جمادی الاول 1435ھ
مارچ 2014ء
ماہنامہ
المرشد

الشَّيْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

کہ شیطان انسان کے قلب پر نظر جمائے گھات میں بیٹھا رہتا ہے۔ جب انسان اللہ کا ذکر کرے وہ دور ہٹ جاتا ہے اور جب یادِ الٰہی سے غافل ہو آگے بڑھ کر اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔ (الحدیث)

قربِ الٰہی کا دروازہ بعثتِ عالی ﷺ سے لے کر قیامت تک درِ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دروازہ نہیں۔

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے یوں تو اپنی مخلوق پر بے شمار احسانات ہیں۔ ہر آنے جانے والی سانس، دل کی دھڑکن، ہر حرکت و سکوت، رزق، الغرض یہ فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن ہے۔ پھر بھی ان میں سے کسی چیز کو بھی اللہ کریم نے احسان کہہ کر نہیں جتایا۔ البتہ ایک بات کو اپنا احسان عظیم فرمایا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت 164 میں اللہ کریم فرماتے ہیں کہ احسان تو وہ ہے جو میں نے مومنین پر کیا کہ ان میں سے ہی ایک رسول ﷺ مبعوث کیا۔ پھر اللہ کریم نے بعثت کے مقاصد و فرائض بتائے۔ آیات کی تلاوت کرنا یعنی دعوت ظاہری اور تزکیہ فرمانا یعنی صفائے قلبی، حیات روحانی اور اخلاق حسنہ سے مزین کرنا اور کتاب اللہ کی تعلیم دینا۔ یہ فرائض نبی کریم ﷺ تا قیامت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور تا قیامت صرف حضور ﷺ کا ہی دور رسالت ہے لہٰذا قیامت تک دلوں کو خلوص، احسان، تقویٰ، خشوع و خضوع اور عاجزی جیسی تمام کیفیات ایمانی آپ ﷺ کے قلب اطہر سے ہی پہنچیں گی۔

جن خوش نصیب ہستیوں کو اس عالم دنیا میں آپ ﷺ کا مبارک ساتھ نصیب ہوا وہ صحابیؓ بن گئے۔ انہیں ایک لمحے میں باطنی طہارت کا وہ درجہ نصیب ہو گیا جو تزکیے کا اعلیٰ ترین درجہ تھا۔

بعد میں آنے والوں کو ہر دور میں ایسے روشن سینے تلاش کرنا پڑیں گے جو ان برکات کا مخزن ہوں جو سراج منیر ﷺ سے جاری و ساری ہیں۔ ایسے روشن قلوب افراد مرشد، شیخ اور پیر کہلاتے ہیں۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ اس راستے پر چلنے کا نام تصوف ہے۔

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

مارچ 2014ء، جمادی الاول/1435ھ

جلد نمبر 35 / شمارہ نمبر 07

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
کلام شیخ	سیماب اویسی	5
اقوال شیخ	انتخاب	6
طریقہ ذکر		7
عظمت باری سے آشنائی	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	8
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	15
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	23
ذکر الٰہی ایک باطنی نعمت	مولانا محمود خالد، بہاول پور	27
مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی	محمود احمد ظفر	29
کمال نسبت اویسیہ	نوید اشرف، واہ کینٹ	36
مسلمانوں کا عہد زریں	ملیحہ وحید	40
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	42
بچوں کا صفحہ		45
مساعی جمیلہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	48
Translated Speech	Ameer Muhmmad Akram Awan MZ	54
A LIFE ETERNAL CH:20	Abul Ahmadain	56

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور
PH: 042-35180381 , Email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.oursheikh.org
Ph: 0543-562200 , FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم **اسرار التنزیل** سے اقتباس

انسان خلیفہ اللہ فی الارض ہے:

یہاں فی الارض سے اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ زمین پر تو اپنی بساط کے مطابق انسان تصرّف کر سکتا ہے اس کے علاوہ سیاروں پر نہیں، مثلاً سورج کی شعاع جو زمین پر آتی ہے اُسے تو استعمال کر سکتا ہے سورج کی روش کو نہیں بدل سکتا اسی طرح چاند سے جو چیزیں زمین پر منعکس ہو رہی ہیں اُن پر تصرّف کا حق رکھتا ہے خود چاند پر نہیں۔ کہ خلیفہ فی الارض ہے یہی حال دوسرے سیاروں کا ہے ورنہ اگر ان پر بھی اس کا بس چل جائے تو جانے کیا غضب ڈھائے۔ زمین پر بھی خلیفہ ہے اس لئے عطا کردہ اختیارات کے اندر تصرّف کر سکتا ہے، جس شے کا اختیار بخشا ہی نہیں گیا اس میں دخل نہیں دے سکتا جیسے خود زمین ہی کی گردش میں ردوبدل اس کے بس میں نہیں وشل ذالک کہ خلیفہ خود بااختیار نہیں ہوتا بلکہ دیئے گئے اختیارات کو استعمال کرتا ہے۔ تو یہ سب سے پہلی فضیلت انسان کے حصے میں آئی کہ اس سیارے پر جو سب سیاروں کا حاصل تھا اسے نیابت الٰہی کا منصب عطاء ہوا یعنی اپنے حاصل شدہ اختیارات کے اندر رہ کر اس پر بسنے والی ساری مخلوق پر حکومت کرنا اور یہ کوئی معمولی منصب نہیں تھا۔

ملائکہ نے عرض کی، بار الہٰ! تجھے تو کوئی احتیاج نہیں پھر ایسی مخلوق کیوں پیدا فرماتا ہے جسے تو پسند و ناپسند کی قوت دے گا کہ جب ان کی پسند میں اختلاف ہوگا تو اپنی پسند دوسرے پر ٹھونسنے کے لئے جبر کریں گے، لڑیں گے، خونریزیاں ہوں گی اور فساد پیدا ہوگا۔

یہ غالباً وہ پہلے تجربے کی بنا پر عرض کر رہے ہوں گے کہ قبل ازیں زمین پر جنات موجود تھے جو کسی حد تک اپنی پسند کے مالک تھے تو اکثر بگڑ جاتے فسق و فجور سے زمین کو بھر دیتے اللہ کریم آسمانوں سے فرشتے اُن کو سزا دینے کے لئے روانہ فرماتے جو انہیں تباہ و برباد کر دیتے۔ اور صرف نیک جنوں کو چھوڑتے پھر رفتہ رفتہ اسی حال کو پہنچ جاتے۔

مذاکرات

ریاستِ مدینہ کے بعد پاکستان واحد ریاست ہے جو کہ اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آئی۔ ظاہری طور پر دیکھیں تو ایک طرف لاکھوں لوگوں نے بے سروسامان ہجرت کی اور بچے، جوان، بزرگ جانوں کی قربانی دیتے منزل کو رواں رہے، حتیٰ کہ دعوئ ء اسلام کی محبت میں نوجوان بچیوں کی قربانی دیتے تکمیلِ سفر کی۔

اور دوسری طرف باطنی یا کیفی نقطہء نظر سے دیکھیں تو عجیب حالات ملتے ہیں۔ 14 اگست 1947ء کو رمضان المبارک کی 27 تاریخ تھی۔ یعنی ایک تو مہینہ رمضان المبارک اور دوسرا آخری عشرہ اور اس کی بھی طاق رات کا دن۔

شومیءِ قسمت 66 سال کے بعد آج ہم اس بحث پر پہنچے ہیں کہ مذاکرات ہونے چاہئیں کہ وطن عزیز میں اسلامی نظام رائج ہو کہ نہ ہو۔ مروجہ قانون میں اسلام کی کیا حیثیت ہے؟ کیا اسلام واقعی Supreme Law of Country ہے؟ یعنی کیا؟ کیوں؟ کیسے؟ بے شمار سوالیہ نشان زدِعام ہیں۔ اس ساری بحث کو دیکھتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (الروم:41)

ترجمہ: لوگوں کے اعمال کے باعث خشکی اور دریا میں فساد پھیل رہا ہے۔

دل چاہتا ہے کہ ملکی مذاکرات کہ جن کا تیاپانچہ ہم شب و روز ٹی وی چینلز اور اخبارات میں دیکھتے، پڑھتے ہیں اس سے بھی ضروری ایک مذاکرہ ہے، جو من حیث القوم ہر فرد کرے اور وہ مذاکرہ ہمیں اپنی ذات کے ساتھ کرنا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہم سے کیا تقاضا فرماتے ہیں؟ دربارِ رسالت ﷺ کی عظمت ہم سے کیا تقاضا فرماتی ہے؟ دینِ اسلام شرائطِ ایمان سے لے کر عبادات اور معاملات تک ہماری کیا رہنمائی فرماتا ہے۔

آج کے ان پرفتن حالات میں اللہ پاک نے اس خطہء زمین پر خصوصی احسان فرمایا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کی برکات کے بحرِ بیکراں کو پھوٹنے کے لیے منتخب فرمایا۔ لہٰذا یہاں عمومی سوال تو نہ صرف وطنِ عزیز کے باسیوں سے بنتا ہے بلکہ پوری کی پوری اُمتِ محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن خصوصی طور پر سوال احبابِ سلسلہ سے ہے کہ کیا آپ نے مندرجہ بالا مذاکرہ اپنی ذات سے کر لیا!

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدۂ تر

اپنی شاعری کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

''مگر حق یہ ہے کہ یہ سب محض میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں، ان کا معیار کیا ہے، بلکہ یوں کہیے یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے جتنا بھی سیکھا سب کچھ اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔ اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضان نظر ہے۔ اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ کرے جو میں چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا''۔

فیضانِ نظر، متاعِ فقیر

حمد

زمزمے تیری ثنا کے گونجتے ہیں جابجا
ذرّہ ذرّہ ، پتہ پتہ ہے تیرا مدح سرا

گُل کی صورت نے گواہی دی تیری تخلیق کی
گیت گاتی ہے تیری عظمت کے یہ تازہ ہوا

بلبلیں مدح سرا ، پپیہا پکارے ہے تجھے
نام تیرا قمریوں کا بھی وظیفہ ہو گیا

نام تیرا گونجتا ہے کوک میں کوئل کی بھی
عظمتوں کی تیری، شاہد بن گئی کالی گھٹا

ننھے سے دل کو چکوری کے ، عطا کر دی طلب
اور پھر چمکا دیا بادل میں چہرہ چاند کا

تیری ہیریں، تیرے رانجھے، تیرے صحرا، تیرے دشت
تیری سسی ، تیرا پنوں ، تو ہی ہے سب کا خدا

قلب تیرا، طلب تیری ، ہم بھی ہیں تیرے فقیر
عشق کا بخشا ہے شعلہ اَب رُخِ روشن دکھا

''کنوزِ دل شرحِ رموزِ دل'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

1۔ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات کا نام ہے جس کے ہر پہلو میں عظمت اور بڑائی صرف اللہ کے لئے ہے۔

2۔ برائی کی تشہیر نہ کی جائے ورنہ لوگوں میں برائی کرنے کی جرأت پیدا ہوگی۔

3۔ دین ہے ہی نبی کریم ﷺ سے قلبی تعلق کا نام، جتنی اس میں پختگی آئے گی اتنی ہی ایمان میں مضبوطی نصیب ہوگی۔

4۔ اس دور کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہم اسلام کی تعبیر میں دھوکا کھا رہے ہیں۔

5۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کا قول و فعل اتنا متاثر کن ہے کہ وہ نہ صرف اس کی ذات کو متاثر کرتا ہے بلکہ پورے ماحول اور معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔

6۔ مشائخ کا اگر کوئی قائل نہیں تو اسے ان کی تردید و تکذیب سے ضرور بچنا چاہیے کہ اللہ کے ولی کی دشمنی حقیقت میں اللہ سے دشمنی ہے۔ اور یہ ایمان کے سلب ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔

7۔ کثرت کلام کیفیات قلبی کو مانع ہے۔ جتنی زیادہ باتیں کریں گے کیفیات قلبی میں اتنی کمی آئے گی۔

8۔ بات یہ نہیں کہ ذکر نہیں ہوتا، بات یہ ہے کہ وہ کرنے نہیں دیتا۔ آپ نے کہیں کوئی ایچ پیچ کیا ہوگا جو اسے پسند نہیں آیا۔

9۔ کتاب اللہ ذہن کو مطمئن کر دیتی ہے اور اس کا کوئی حکم خلافِ عقل نہیں ہوتا مگر اسے قبول کرنا اور سمجھنا، یہ دل کا کام ہے۔

10۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرے ذکر کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔

11۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا نمازوں کے درمیان ہم جو کچھ کرتے ہیں اسے اللہ کے حکم کے مطابق کرنا مشکل ہے۔

12۔ ہر عبادت کے لئے قلب کا خشوع و خضوع ضروری ہے اور بغیر خشوع کے کسی عبادت کی قبولیت کا کوئی امکان نہیں، خشوع قلب کا فعل ہے اور جو قلب ذاکر نہیں ہوتا اس میں خشیت الٰہی پیدا ہی نہیں ہوتی، جو قلب اللہ کی یاد سے غافل ہے وہ متوجہ الی اللہ کیسے ہوگا۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

پہلا لطیفہ۔ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔

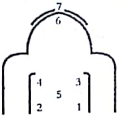

دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹا لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ۔ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیان ماہانہ اجتماع

عظمت باری سے آشنائی

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

2 فروری 2014ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (المجادلہ:9)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

اٹھائیسواں پارہ، سورۃ المجادلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اور ایمان والوں سے خطاب ہے۔ قرآنِ کریم میں تین طرح کے خطاب ملتے ہیں کہیں عمومی خطاب ہوتا ہے، یٰۤاَیُّھَا النَّاس، اے اولادِ آدم! اے لوگو! جہاں کہیں بھی ہو، کہیں کفار سے خطاب ہوتا ہے، یٰۤاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بارگاہ سے راندے ہوئے ہیں اور اس کی عظمت کے منکر ہیں۔ یہ خطاب جہاں بھی آتا ہے وہاں بجلیاں کڑکتی ہیں، غضب الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔ تیسرا خطاب یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا، یہ کرم الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ جہاں بھی مومنین سے خطاب ہوتا ہے تو یہ کرم الٰہی، عطائے الٰہی اور رحمت الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ محبوب حقیقی نہایت مہربانی، نہایت کرم، نہایت لطف اور پیار سے اپنے چاہنے والے بندوں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ اب خطاب میں جو بات بھی آتی ہے وہ قربِ الٰہی پہ دلالت کرتی ہے جہاں بھی، یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا سے خطاب ہوتا ہے اس میں جو بات ارشاد فرمائی جاتی ہے وہ قرب الٰہی اور رحمت الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ آیہ کریمہ بارگاہِ رسالت پناہی ﷺ کے آداب سے آگاہ فرما رہی ہے وہ کسی نے خوب کہا تھا۔

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آئند جنیدؒ و با یزیدؒ اینجا

میں اس شعر میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے پڑھا کرتا ہوں،

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آئند ابوبکرؓ و عمرؓ اینجا

اس بارگاہ کا کرم اتنا ہے کہ صدیوں کے گناہوں میں لتھڑا ہوا، کفرو شرک کی تاریکیوں سے بھرا ہوا دل ایک لحہ اس بارگاہ میں حاضر ہو جائے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جتنا عظیم کرم ہے اتنی ہی اس بارگاہ کی نزاکت ہے۔ کتنی نزاکت ہے؟ یہ قرآن کریم سے پوچھتے ہیں اللہ کی کتاب بتا رہی ہے! يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو، سرگوشی ہوتی ہے ایک دو یا تین بندوں میں گرد بیٹھے ہوئے بندوں سے بھی چھپا کر، جیسے آپ سب بیٹھے ہیں، قریب قریب مل کر بیٹھے ہیں تو کسی نے دوسرے سے بات کرنی ہو سرگوشی میں، آہستہ سے کر دے کہ صرف وہ بندہ سنے اور کوئی نہ سنے۔ اب نزاکت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کریم ارشاد فرما رہے ہیں کہ تم مومن بھی ہو، مجاہد بھی ہو غزوات میں حصہ لیا ہوا ہوگا، جہاد میں حصہ لیا ہوگا، سجود بھی کرتے ہو، رکوع بھی کرتے ہو، روزے بھی رکھتے ہو، حج بھی کیا ہوگا، ساری نیکیاں ہوں گی لیکن یہ یاد رکھو کہ سرگوشی

میں بھی گناہ اور بغاوت کی بو نہ آئے۔ گناہ اور بغاوت میں ایک فرق ہے' بِـالْإِثْـمِ وَالْعُـدْوَان ۔اثم گناہ ہوتا ہے جرم ہوتا ہے۔ جرم ملک کا کوئی شہری بھی کرسکتا ہے، اس کی سزا پاتا ہے۔ بغاوت اس سے بہت آگے ہوتی ہے۔ بغاوت یہ ہوتی ہے کہ کوئی حکومت کو ماننے سے ہی انکار کردے، اس کے آئین و دستور سے ہی انکار کردے۔ تو فرمایا! سرگوشی میں گناہ اور بغاوت نہ ہو۔ بھلا سرگوشی میں کیا گناہ ہوگا اور سرگوشی میں کون بغاوت کرے گا؟ فرمایا! وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْل ۔جس سرگوشی میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ عالی یا آپ ﷺ کے قانون یا آپ ﷺ کے حکم یا آپ ﷺ کے ضابطے کے خلاف بات ہوگی وہ گناہ بھی ہے اور بغاوت بھی۔ کرم اُس طرف دیکھئے، نزاکت یہاں دیکھئے۔

قرآن کریم نہ تاریخ کی کتاب ہے نہ قصے کہانیوں کی۔ واقعات بھی بیان فرماتا ہے، تاریخ بھی بیان فرماتا ہے، احکام بھی بیان فرماتا ہے، نواہی بھی بیان فرماتا ہے لیکن قرآن کریم کا موضوع قربِ الٰہی ہے۔ تاریخ کے حوالے دیتا ہے تو وہ اسی موضوع کو ثابت کرنے کے لئے، احکام دے رہا ہے تو اسی کو ثابت کرنے کے لئے، کسی کام سے منع کرتا ہے تو اسی مقصد کے لئے اور قربِ الٰہی کا دروازہ بعثت عالی ﷺ سے لے کر قیامت تک درِ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دروازہ نہیں۔ ہر نبی بارگاہِ الٰہی کی حضوری کا در تھا لیکن سارے دروازے بند ہو چکے۔ اب ایک ہی در ہے وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ اس کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ اگر سرگوشی میں بھی حضور ﷺ کے ارشادِ عالی کے خلاف بات ہوئی تو یہ گناہ بھی ہوگا اور بغاوت بھی ہوگی۔ ذرا اس پیمانے کو ہم دیکھیں اور اپنی حیاتِ مستعار کو دیکھیں۔ جہاں سرگوشی میں بھی اطاعت رسول ﷺ چھوٹ گئی وہی گناہ بھی ہے اور بغاوت بھی تو پھر جو علی الاعلان عملاً کرے تو اس کا درجہ کیا ہوگا؟ اگر سرگوشی میں بھی اطاعت کی حدود سے نکل گیا تو گناہ بھی ہوگیا، جرم بھی ہوگیا، بغاوت بھی ہوگئی۔ اگر کوئی عملی زندگی میں اطاعتِ رسول ﷺ سے نکل گیا تو کیا ہوگا، کتنا بڑا گناہ ہوگا کتنی بڑی بغاوت ہوگی؟

پھر فرمایا! وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى سرگوشی میں بھی بات کرو تو اطاعت پیغمبر ﷺ کے اندر کرو وہ نیکی بھی ہوگی اور تقویٰ بھی۔ یہ خیال بھی آتا ہے کہ بندہ دنیا میں جو کچھ کرتا ہے بالآخر مرجائے گا جل جائے گا خاک ہو جائے گا ختم ہوجائے گا۔ لوگ علی الاعلان جرم کرتے ہیں، ساری زندگی خلاف شریعت بسر کردیتے ہیں۔ لوگوں کو تو کچھ نہیں ہوتا! فرمایا: یہ دارِ عمل ہے یہاں میں نے کام کرنے کی مہلت دی ہے۔ یہ جائے گا کہاں؟ یہ مرکر کہاں جائے گا؟ جل کر خاک ہوگیا، کہاں جائے گا؟ مٹ گیا کہاں جائے گا؟ فرمایا! وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ کی عظمت کا احساس کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ عظمت الٰہی سے خائف رہو اس لئے کہ تم کچھ بھی ہوا اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (المجادلہ:9) آخر تمہیں میدانِ حشر میں آنا ہے۔ یوم الحساب میدانِ حشر ہے۔ حساب وہاں ہوگا۔ وہاں پتہ چلے گا کہ تم نے کیا کیا اور اس کے بدلے میں کیا پایا۔ ذاتِ باری کریم ہے فرمایا، وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ (الاعراف:156) میری رحمت میری تمام صفات سے وسیع تر ہے۔ صدیوں کی خطا لمحوں میں معاف فرما دیتا ہے لیکن خطا، خطا میں فرق ہے۔ جرم معاف ہوجاتے ہیں، بغاوت معاف نہیں ہوتی اور اگر بغاوت ہو تو مقابلہ ہوتا ہے، بات فتح و شکست تک جاتی ہے۔ اب مخلوق عاجز کا خالق سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔ بندہ اتنی جرات نہ کرے کہ خود کو ذات کے مقابلے میں لے آئے۔

بندہ بہت محتاج ہے۔ آج کی جدید سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ ہر انسان کے اندر دس کھرب سیل ہیں۔ کسی کا قد بڑا ہے تو اس کے سیل بڑے ہیں کسی کا قد چھوٹا ہے تو اس کے سیل چھوٹے ہیں لیکن ہر انسانی وجود کے اندر دس کھرب سیل ہیں۔ اور یہ دس کھرب سیل جو ہیں چھ مہینے کے اندر ان میں کوئی سیل باقی نہیں رہتا بدل جاتے ہیں۔ ہر سیل اپنے جیسا ایک سیل بنا کر خود ختم ہوجاتا ہے تو ایک انسانی وجود کے اندر چھ مہینے میں دس کھرب موتیں ہوتی ہیں اور دس کھرب نئے سیل پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کون کر رہا ہے؟ ہمیں تو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ ایک لمحے میں کتنے سیل مرتے ہیں، بدن سے جھڑ جاتے ہیں گر جاتے ہیں آپ نے یہ دیکھا کہ

چوروں ڈاکوؤں کی تلاش کے لئے خاص قسم کے کتے لاتے جاتے ہیں جو سونگھتے چلے جاتے ہیں، یہ کیا سونگھتے ہیں؟ وہ جو سیل مر کر بدن سے گرتے ہیں انسان جدھر جاتا ہے وہ جھڑتے گرتے چلے جاتے ہیں اور کتا ان کی بو پر تلاش کرتا چلا جاتا ہے۔ خود انسان کو معلوم نہیں ہے لیکن وہ قادرِ مطلق اس کے وجود کے اندر چھ مہینے میں دس کھرب نئے سیل پیدا کرتا ہے، دس کھرب مر کر گرتے ہیں۔ فرمایا وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق: 16) ہم شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں، شہ رگ تو اُن سیلوں سے مل کر بنی ہوئی ایک رگ ہے، خون انہیں سیلوں سے بن کر اس میں گردش کر رہا ہے تو وہ جو اُن سیلوں کو بنا رہا ہے وہ یقیناً اُس سے کتنا قریب تر ہے۔ رگ بھی تو سیلوں سے بنی ہے، خون جو گردش کر رہا ہے وہ بھی تو سیلوں سے بنا ہے لیکن وہ جو اُن رگوں کو موت وحیات دے رہا ہے وہ شہ رگ سے کتنا قریب تر ہے؟ اب اس ذات سے مخلوق کا مقابلہ تو نہیں ہو سکتا۔ بغاوت کرے گا تو مارا جائے گا لیکن بات مر جانے پر ختم نہیں ہوتی۔ کاش مر جاتا، مر کر چھوٹ جاتا، فرمایا! تم مر کر بھی نہیں چھوٹ سکتے۔

اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا انسان کو تو انسان میں افضلیت کیا ہے؟ صرف انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کا وجود تو مادے کی انتہائی سطحی شکل کا ہے، مادے کی کثیف شکل ہے، مٹی کا جوہر ہے لیکن اس میں جو روح پھونکی وہ عالم امر سے ہے۔ فرمایا، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل:85) روح تمہارے رب کے امر سے ہے اب اس سے زیادہ بات تم نہیں سمجھ سکو گے کہ تمہاری عقل، تمہاری خرد، تمہارے علم اتنے وسیع نہیں ہیں کہ تم عالم امر کے معاملات سمجھ سکو۔ یاد رکھیں عالم خلق کو فنا ہے، امر اللہ کی صفت ہے، امر کو فنا نہیں ہے۔ اللہ ہمیشہ باقی ہے، اس کی ذات باقی ہے اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ باقی رہیں گی اور امر اللہ کی صفت ہے، روحِ انسانی عالمِ امر سے ہے اب یہ جوڑ وہ قادرِ مطلق ہی لگا سکتا ہے کہ مادے کی انتہائی کثیف شکل کو عالم امر کی تجلیات سے جوڑ دیا، عالم امر سے جوڑ دیا۔ یہ پیوند وہی لگا سکتا ہے مادے کو امر سے جوڑنا انسان کے خیال میں بھی نہیں ممکنات میں بھی نہیں۔ امر کو موت نہیں ہے تو روح کو موت نہیں ہے۔ جب روح کو موت نہیں ہے تو جو ذراتِ خاکی روح کے ساتھ وجودِ انسانی بن کر جڑ گئے وہ بھی ہمیشہ رہیں گے، ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اب اس میں یہاں نزاکت یہ ہے کہ سرگوشی میں بھی نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی تو مجرم بھی ٹھہرا اور باغی بھی اور باغی ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے نہ اُسے موت آئے گی نہ اس کی جان چھوٹے گی۔ معاملے کی نزاکت یہ ہے اور یہ مشورہ مومنین کو دیا جا رہا ہے۔ اللہ کریم یہاں یَآ اَیُّهَا النَّاس سے خطاب نہیں فرما رہے۔ تمام لوگوں کو نہیں ارشاد فرما رہے، کافروں سے نہیں فرما رہے، یہ احتیاط ان لوگوں کو بتائی جا رہی ہے جو نورِ ایمان سے منور سینہ رکھتے ہیں، جن کے دل نورِ ایمان سے روشن ہیں۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ دنیا کی زندگی عظیم مہلت ہے اس میں نورِ ایمان حاصل کرنا بہت بڑا خزانہ ہے لیکن نورِ ایمان تب تک باقی رہے گا جب تک تم حدود داطاعتِ محمد رسول اللہ ﷺ کے اندر رہو گے۔ یعنی اس کی حدود ہیں۔ اس حد کے اندر رہو گے تو یہ پھلتا پھولتا رہے گا اور قربِ الٰہی نصیب ہوگا اور قربِ الٰہی کی کوئی انتہاء نہیں۔ نہ کوئی ایسا مقام ہے کہ کہیں اللہ کریم بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم وہاں پہنچ گئے۔ قربِ الٰہی بڑھتا رہتا ہے جو اس کو سلامت لے جاتا ہے یہ برزخ میں بھی بڑھتا رہتا ہے میدانِ حشر میں بھی اس میں ترقی ہوگی اور جنت میں بھی یہ روز افزوں ترقی پر ہوگا۔ اہل جنت کی ترقی کا یہ عالم ہوگا کہ ہر آن نئی لذت سے آشنا ہوں گے۔ اگر پھل توڑا ہے تو ایک ٹکڑا کھائیں گے تو اس کی لذت بے پناہ ہوگی لیکن اسی پھل سے دوسرا ٹکڑا کھائیں گے تو پہلے سے زیادہ لذیذ ہوگا، اس میں لذت بڑھتی جائے گی۔ اب یہ انسان پر ہے کہ اس دارِ فانی میں جو مہلت عمل اسے ملی ہے وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے فرمایا! اسے گستاخیِ رسول ﷺ سے بچاؤ، گناہ ہو گیا، انسان ہے تو فرمایا! جن لوگوں سے گناہ ہو جاتا ہے، گناہ جہالت ہے نادانی ہے۔ کوئی عالم بھی گناہ کرے تو وہ بھی گناہ کرتے وقت جاہل ہوتا ہے، اُسے عظمتِ الٰہی بھول جاتی ہے لیکن گناہ گار کے لئے توبہ ہے۔ گناہ ہو گیا ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ پھر فوراً اللہ کی

طرف رجوع کرتے ہیں، اس گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ کریم سے معافی مانگتے ہیں تو اللہ کریم انہیں واپس اپنی بارگاہ سے جوڑ دیتے ہیں۔ مغفرت عطا معاف فرما دیتے ہیں لیکن بغاوت، بغاوت ہے اللہ اس سے بچائے۔

یہاں تو فرمایا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یہ گناہ بھی ہے اور بغاوت بھی اور یہ ہے وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور یہ ہے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے خلاف کرنا۔ آپ ﷺ کی نافرمانی کرنا۔ سو فرمایا! اگر سرگوشی بھی کرو، دیکھیں! ہم اپنے آپ کو دیکھیں اور اُس بارگاہ کا کرم دیکھیں، اپنے آپ کو دیکھیں بارگاہ رسالت ﷺ کو دیکھیں، ہم اپنے کردار کو دیکھیں عظمت الٰہی کو دیکھیں اور کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں۔

ہمارے پاس اچھائی، برائی ماپنے کا ایک پیمانہ ہے لیکن ہم اس سے ہمیشہ دوسروں کی اچھائی برائی ماپتے رہتے ہیں۔ کمزوری ہم میں یہ ہے کہ وہ پیمانہ ہم نے دوسروں کے لئے رکھا ہوا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا ہے یا کتنا اچھا ہے یا کتنا برا ہے، دوسروں کا حساب ہم نے نہیں دینا نہ ہم نے دوسروں کا فیصلہ لکھنا ہے۔ ہماری ذمہ داری دوسروں کا حساب دینا بھی نہیں ہے اور ہم دوسروں کا فیصلہ کرنے والے بھی نہیں ہیں۔ ہماری ذمہ داری اپنے کردار کا جواب دینا ہے۔ کاش! یہ پیمانہ ہم اپنے قد کے ساتھ رکھیں ہمیں چاہئے کہ اس پیانے پر خود کو جانچیں۔ اس آئینے میں اپنی صورت کو دیکھیں کہ میں کہاں کہاں اطاعت رسول ﷺ میں جا رہا ہوں اور کہاں میں اُن حدود سے تجاوز کر رہا ہوں، جہاں سے تجاوز کر رہا ہوں وہاں سے واپس آجاؤں، ابھی تو میرے پاس وقت ہے، فرصت ہے، رجوع الی اللہ کرلوں، باغی بھی سرنڈر (Surrender) کر دیں تو قابل قبول ہو جاتے ہیں۔ میں بھی عملی زندگی میں سرنڈر کر دوں توبہ کر کے۔ اطاعت پیغمبر ﷺ میں واپس آجاؤں تو اللہ کا دائمی کرم اس کی لذتیں، دائمی آرام میرا منتظر ہے لیکن اگر میں بغاوت پر مصر رہا، میری باتوں سے، میرے کاموں سے نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی بُو آئے تو اس کا انجام اللہ نے بتا دیا۔

ایک شخص آپ کی توہین کرتا ہے گستاخی کرتا ہے بری بات ہے دُکھ پہنچتا ہے، معافی مانگ سکتا ہے لیکن وہی شخص جب تھپڑ مار دے تو پھر؟ جرم بڑھ جائے گا، غصہ بھی بڑھ جائے گا کہ یہ کیا بات ہے سرعام مجھے تھپڑ مار دیا۔ اب کہتے ہو معاف کرو۔ تو میرے بھائی بغاوت کی بھی حدود ہیں۔ غلطی سے کوئی جملہ منہ سے نکل گیا تو رجوع الی اللہ کر لیا، توبہ کر لی لیکن جو ساری زندگی اللہ کی نافرمانی کرتا رہتا ہے، اس کے سارے اعمال خلاف سنت ہیں وہ کبھی توبہ نہیں کرتا، اصلاح نہیں کرتا تو کیا یہ غلطی سے ہو گیا؟ نہیں۔ یہ غلطی سے نہیں ہوا۔ غلطی سے ہوتا تو پھر تو یہ بھی کر لیتا۔ یہ بہت بڑی بدنصیبی ہے۔

ہم پر اللہ کا بڑا احسان ہے۔ اس نے ہمیں مسلمان گھروں میں پیدا کر دیا۔ کتنی دنیا کفار کے گھروں میں پیدا ہوتی ہے اور وہ کفر پر ہی مر جاتی ہے، ساری زندگی تلاش نہیں کرتے تو والدین کو مسلمان پایا۔ الحمد للہ! اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ بہت کم لوگ ہوں گے ایسے خوش نصیب جنہوں نے حق کا راستہ تلاش کیا ہوگا، موازنہ کیا ہوگا باطل نظریات کا، عقائد کا اور اسلامی نظریات وعقائد کا اور اسے حق سمجھ کر قبول کیا ہوگا ایسے چند لوگ ہوں گے۔ دنیا کی چھ ارب کی آبادی میں اس وقت کم وبیش دو ارب مسلمان ہیں دو ارب میں سے گنتی کے لوگ نکلیں گے جنہوں نے اسلام کو حق سمجھ کر قبول کیا ہوگا۔ ورنہ ہم سب مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے، الحمد للہ اور ہم نے اسلام پر زندگی بسر کر دی، ہماری (Choice) پسند نہیں ہے وراثت میں مل گیا یہ تو اللہ کا احسان ہے۔ اللہ نہ کرے اگر ہم بھی کسی غیر مسلم کے گھر پیدا ہوئے ہوتے تو ہم نے بھی تحقیق نہیں کرنی تھی اور عمر یونہی بسر ہو جاتی، زندگیاں ضائع ہو جاتیں۔ اُس لذت سے آشنا نہ ہوتے جو لذت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں ہے۔ کوئی آشنا ہو جائے اُن کے کرم سے کوئی بھنک اُسے پڑ جائے وہ ایک بھنک اُسے دو عالم سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

لذت آشنائی ایک اپنا لطف رکھتی ہے ایک صحابی مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، جنت کی بات ہو رہی تھی، جنت کی نعمتوں کی بات ہو رہی

تھی۔اللہ کے کرم کی بات ہورہی تھی تو عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہم جنت کو کیا کریں گے، ہمیں تو یہ مدینہ منورہ کے کچے گھروندے اور یہ آپ ﷺ کی کچی مسجد (اُس وقت مسجد بھی کچی تھی اور گھر بھی کچے تھے) یہ سب سے زیادہ ہمیں عزیز ہیں۔فرمایا! جنت کی اللہ نے تعریف کی ہے قرآن میں تعریف موجود ہے، اللہ کریم جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہاں ہم گھر سے نکلتے ہیں، مسجد نبوی ﷺ میں آتے ہیں، آپ ﷺ جلوہ افروز ہوتے ہیں، جمال باری سے سرفراز ہوتے ہیں۔آپ کو دیکھتے ہیں اللہ کی تجلیات بھی نظر آتیں ہیں۔آپ ﷺ ہی وہ نور ہیں جو تجلیات باری کو بھی دکھا دیتا ہے۔ جب آپ ﷺ کو ہم روبرو دیکھتے ہیں تو سارے غم ہم بھول جاتے ہیں اور ساری لذتیں ہم پالیتے ہیں۔جنت میں آپ ﷺ مقام محمود پر ہوں گے، اللہ ہمیں بخش دے تو ہم بھی جنت میں پتہ نہیں کہاں نیچے پڑے ہوں گے تو اس جنت کو ہم کیا کریں گے جس میں ہم آپ ﷺ کے وصال سے باریاب نہ ہوسکیں فیض یاب نہ ہوسکیں تو پھر جنت کو کیا کریں گے۔یہ بات محض بات نہ تھی، اُس شخص کا خلوص اور دردِ دل بول رہا تھا اس لئے جواب عرشِ بریں سے آیا، جواب رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیا جواب اللہ کریم نے دیا کہ تم میرے نبی ﷺ کی اطاعت کا حق ادا کرو، جنت میں تمہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ رکھوں گا، کیا خوبصورت مجلسیں ہوں گی۔

یہ لذت آشنائی جس نے آپ ﷺ کی ذات کا ایک ذرہ پالیا، آپ ﷺ سے تعلق کا ایک قطرہ جسے نصیب ہوگیا پھر وہ دو عالم سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔پھر دنیا کے مال و دولت، حکومت و سلطنت نہیں وہ جنت سے بھی بے نیاز ہوکر کہتا ہے کہ میری جو خواہش ہے اُسے انہیں قدموں میں رہنا چاہیے تو میرے بھائی الحمدللہ! ہماری سانس ابھی چل رہی ہے، ہمارے حواس قائم ہیں اس سے پہلے کہ قویٰ جواب دے جائیں، سانسیں ٹوٹ جائیں ہمیں یہ فیصلہ اپنے بارے کرنا ہوگا دوسروں کے بارے نہیں، اپنے بارے کہ میں کہاں کھڑا ہوں اور مجھے کہاں ہونا چاہیے۔کہا یہ جاتا ہے کہ دین پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے حقیقت یہ ہے کہ دین کے خلاف زندگی بسر کرنا مشکل ترین ہے۔لوگ بڑی محنت کر کے دوزخ میں جاتے ہیں، دوزخ جانا آسان نہیں ہے یہ راستے میں نہیں پڑی ہوئی۔کوئی جرم بھی کریں کتنی مصیبتیں پڑجاتی ہیں جھوٹ بول بیٹھیں، چوری کر بیٹھیں، قتل کر بیٹھیں، ڈاکہ کر بیٹھیں، رشوت لے بیٹھیں، کوئی جرم کر بیٹھیں تو باہر کی قوتیں جو گرفت کرتی ہیں اس سے پہلے اپنا سماج لعنت برساتا رہتا ہے۔اندر سے بھی بندے کو پریشانی ہوتی ہے باہر سے بھی پریشانی آجاتی ہے۔دین تو زندگی گذارنے کا ایک نہایت خوبصورت آسان تر نسخہ ہے۔دنیا میں بھی آسانیاں ہیں کہ آرام اور عزت و آبرو اور سکون سے زندگی گزارو اور جنت مفت میں پالو۔لیکن سارے کا سارا دین اللہ کا قرآن ہے الحمدللہ!

قرآن غیر مخلوق ہے، اللہ کی صفت ہے، اللہ کا کلام ہے، یہ کاغذ مخلوق ہے یہ سیاہی مخلوق ہے، یہ ٹیڑھے، گھیرے حروف مخلوق ہیں لیکن ان میں جو مفہوم ہے وہ قرآن ہے یہ امین ہیں قرآن کے، قرآن غیر مخلوق ہے اور اللہ کا کلام ہے اتنی بڑی نعمت ہمارے پاس لیکن ہمیں کہاں سے مل گئی؟ ہمیں اللہ نے قرآن نہیں دیا ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا مجھ پر اور آپ پر یہ عطا محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے یہ قرآن اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا۔کائنات کو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔پہلے امین اس کے صحابہ کرامؓ ہیں، پھر تابعینؒ، پھر تبع تابعینؒ اور پھر علمائے حق، آج تک اللہ کے بندے اس امانت کو آگے پہنچا رہے ہیں یہ اتنی بڑی نعمت ہمیں کس نے دی، کس کے طفیل ہمیں ملی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل۔عبادات، نماز و روزہ، ذکر اذکار، حلال و حرام، نیک و بد کس نے عطا فرمایا؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے۔تو کتنے احسانات ہیں اللہ کے اور اللہ کے نبی ﷺ کے۔کیا ان کا جواب یہ ہے کہ ہم سوچیں تو آپ ﷺ کی نافرمانی، ہم بولیں تو آپ ﷺ کی نافرمانی، عمل کریں تو آپ ﷺ کے حکم کے خلاف تو پھر آپ خود ہی انصاف کریں کہ اللہ کریم نے اسے ایسے ہی تو بغاوت نہیں کہا۔کیا یہ بغاوت ہے کہ نہیں! اتنے

بڑے محسن کی نافرمانی کیا بغاوت نہیں ہے؟ تو میرے بھائی اپنی زندگیوں پر غور کرو، یہ رواجی تقریریں، یہ رواجی جلسے نہیں ہیں۔ اصل بات صرف اتنی ہے اپنے حال پر غور کرو، اپنے آپ کو تلاش کرو۔

میرے پاس پچھلے دنوں ایک شخص آیا، فرمایئے؟ کہنے لگا میرا کام تو کوئی نہیں۔ میرا ایک ہی کام ہے میں اللہ کو تلاش کر رہا ہوں، میں نے کہا! تم نے تو مجھے پریشان کر دیا۔ کیا اللہ کریم کہیں گم ہو گئے ہیں؟ اللہ تو تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہیں، اللہ تو تمہارے ذرے ذرے کو بنا، مٹا رہے ہیں اللہ کو تلاش کرنے کا کیا مطلب، ہاں اپنی آنکھوں کی صفائی کراؤ۔ اپنی نظر کو ٹھیک کرو، آپ نے اپنا آپ گم کیا ہوا ہے اللہ کریم تو ہر جگہ موجود ہیں۔ اللہ کو تلاش کرنے کا کیا مطلب؟ تلاش اُسے کیا جاتا ہے جو گم ہو، کہیں چھپا ہوا ہو، کہیں نظر نہ آ رہا ہو۔ اللہ کی شان تو ہر جگہ۔ ہر وقت موجود ہے، اپنے دل پر تم نے غبار چڑھا لیا ہے، اپنے دل کو آلودہ کر دیا ہے۔ اللہ ان مادی آنکھوں سے اس جہاں میں نظر نہیں آتا دل کی آنکھ دیکھ سکتی ہے اور دل پر زنگ آ جاتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المطففین:14) ان کے دلوں پر زنگ آ گئے ہیں۔ جو عظمت الٰہی سے نا آشنا ہیں، جو عظمت پیغمبر سے نا آشنا ہیں ان کے دِلوں پر زنگ آ گئے ہیں اب اس زنگ کا علاج کیا ہو؟ نبی کریم ﷺ نے بتا دیا ہے لکل شی ءِ صقالة ہر چیز کی پالش ہوتی ہے جس سے وہ چمک آ جاتی ہے وصقالة القلوبِ ذکر اللہ اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ اللہ شروع کرو، رات دن اللہ کا ذکر کرو، اللہ اللہ کرو جب زنگ اتر جائے گا اور دل پالش ہو جائے گا تو تم بھی دیکھو گے کہ اللہ تمہاری ذات سے بھی قریب تر ہے۔ تو میرے بھائی ہمیں اپنے دلوں کا قبلہ درست کرنا ہے، اپنے دلوں کو صاف کرنا ہے ہمیں عظمت باری سے آشنا ہونا ہے اور اس کا راستہ ہے عظمتِ رسول اللہ ﷺ۔ یہ عجیب بارگاہ ہے اس کی نزاکتیں عجیب ہیں۔ اب بھلا کوئی یہاں بیٹھا ہے۔ سینکڑوں میل مدینہ منورہ سے دور ہے۔ وہ سرگوشی کرتا ہے کسی دوسرے سے اور اس میں عدمِ اطاعت ہے تو اس پر گرفت ہو جاتی ہے۔

سرگوشی بھی کرو تو نیکی اور تقویٰ یعنی اللہ کی عظمت کا احساس ہونا چاہیے۔ ابھی میں نے بھی ایک لفظ استعمال کیا اور سارے تراجم میں بھی لفظ تقویٰ کا مطلب ڈر ہی ہے حالانکہ ڈر بڑی قسم کے ہوتے ہیں۔ اردو کا دامن عربی کی نسبت بہت تنگ ہے اور یہ ان معنوں کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا تو یہاں مجبوراً ڈر ہی کہنا پڑتا ہے لیکن اگر اللہ سے ڈرنا ہے تو جس سے ڈرتے ہیں تو اُس کے قریب کون جائے گا پھر قرب الٰہی کا کیا مقصد؟ یہ ڈر مختلف ہے، ڈر کئی طرح کے ہوتے ہیں، ہمیں دشمن کا ڈر ہوتا ہے، چور کا ڈاکو کا ڈر ہوتا ہے کسی موزی جانور کا ڈر ہے۔ کسی جان کے جانے کا ڈر ہے۔ یہ ڈر اور طرح کا ہے ایک خاص ڈر ہوتا ہے کہ آپ کا کوئی محبوب ہو آپ بات کرنے لگیں یا کام کرنے لگیں تو سوچیں کہ کہیں اس کی پسند کے خلاف تو نہیں ہے اس سے وہ خفا تو نہیں ہو جائے گا۔ تقویٰ سے وہ ڈر مراد ہے۔ آپ کا تعلق ہے اللہ سے، آپ کا تعلق ہے رسول اللہ ﷺ سے، تو جب آپ کام کرنے لگتے ہیں بات کرنے لگتے ہیں تو ذرا سوچیں کہ اس سے میرے محبوب کو رنج تو نہیں پہنچے گا۔ خفا تو نہیں ہو گا۔ یہ ڈر جو ہے تقویٰ کا مطلب ہے تو فرمایا! جب سرگوشی کرو تو بالبِرّ۔ نیکی کی کرو، نیکی کیا ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ کرنا نیکی، نیکی میں نے، آپ نے، کسی عالم نے، فقیہہ نے، کسی جج نے، کسی مفتی نے متعین نہیں کرنی، نیکی وہ ہے جو حضور ﷺ کے انداز اطوار ہیں۔ حضور ﷺ کی ہر ادا نیکی ہے۔ حضور ﷺ کا ہر ارشاد نیکی ہے، جو حضور ﷺ کو منظور ہو جائے وہ نیکی۔ تو فرمایا! سرگوشی میں بھی نیکی بھی ہو اور تقویٰ عظمت الٰہی کا احساس بھی ہو کہ کہیں اللہ کا رسول ﷺ خفا تو نہیں ہو جائے گا۔

اب اس بارگاہ کی نزاکتیں اتنی ہیں کہ دنیا میں جتنے جذبے ہیں ان میں محبت، محبت جب بڑھتی ہے تو اس کا نام عشق رکھ دیتے ہیں بہت شدید محبت۔ عشق، عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو ضابطوں اور اصولوں کا پابند نہیں ہے۔ نہ معاشرے کے اصول دیکھتا ہے نہ اردگرد کی فضا کو دیکھتا ہے۔ نہ حکومت کے قانون کو دیکھتا ہے۔ عشق ایک جنوں ہے اور وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ سر بازار ناچنا شروع کر دیتا ہے۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پس دیوار تجھے بھی

کرنل محبوب خانؒ ہوا کرتے تھے۔ ان کا بڑا ادبی ذوق تھا۔ میں نے یہ شعر پڑھا تو پھڑک اُٹھے کہ نہیں جی! پس دیوار نہیں روتا ہوا دیکھوں سر بازار تجھے بھی۔ شاعر کا شعر تو پس دیوار تھا تو کرنل صاحب مرحومؒ نے اس میں تبدیلی کی کہ نہیں حضرت اسے یوں پڑھیے کہ روتا ہوا دیکھوں سر بازار تجھے بھی۔ تو یہ عشق تو کپڑے پھاڑ کر بازار میں نکل جاتا ہے لیکن یہ بارگاہ ایسی ہے کہ یہاں عشق بھی آداب کا پابند ہے۔ ابوبکر صدیقؓ سے کون بڑا عاشق ہوگا، کون بڑا عاشق ہوگا فاروق اعظمؓ سے، عثمانؓ ذوالنورین، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے، خلفاء راشدینؓ سے، صحابہ کرامؓ سے بڑا عاشق کون ہوگا؟ ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ سے کتنی محبت تھی۔ لیکن انہیں بھی فرمایا جا رہا ہے۔ (الحجرات: 1) خبردار! حضور اکرم ﷺ کی آواز سے کسی کی آواز بلند ہوگئی تو ساری نیکیاں اُس کی اُس کے منہ پر دے ماری جائیں گی یعنی یہاں عشق و محبت بھی آداب کے پابند ہیں۔ ایک ہی بارگاہ ہے کائنات میں جہاں عشق کو بھی باادب ہو کر حاضر ہونا پڑتا ہے تو پھر یہاں اگر ہم محض شور شرابہ کرتے رہیں گے اور ڈھول تماشے کرتے رہیں گے اور آپ ﷺ کی سنتوں کو پامال کرتے رہیں گے تو یہ گستاخی ہوگی۔ ہم اپنی مرضی سے محبت نہیں کر سکتے ہمیں محبت کرنے کے لئے بھی اس بارگاہ کے اصولوں کی پابندی کرنا ہوگی۔ تو میرے بھائی! اللہ کریم آپ سب کی محبتیں قبول فرمائے لیکن شرط قبولیت یہ ہے کہ دائرہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کے اندر رہے اور فرمایا! کہ دیکھو! اللہ کریم نے یاد یہ دلایا ہے کہ اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (المجادلہ: 9) میدان حشر میں تم ہوگے اور میری بارگاہ ہوگی پھر دیکھنا تمہارا کیا بنتا ہے؟ اللہ کریم ہم پر رحم فرمائے، ہماری کوتاہیاں معاف فرمائے، ہمیں اطاعت رسول ﷺ کی توفیق بخشے، دنیا، آخرت اور حشر کی رسوائی سے پناہ عطا فرمائے آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O

دعائے مغفرت

(1) کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد بلال
(2) بھارہ کہو اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد احسان عباسی
(3) بھارہ کہو اسلام آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک سرفراز احمد کی والدہ
(4) میانوالی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شریف کندی کے والد (ساتھی) محمد
(5) قصور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ڈاکٹر نصیر کے والد محترم
(6) لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہد کی والدہ محترمہ
(7) فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالحمید
(8) گوجرانوالہ نندی پور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد حسین کے والد
(9) چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر طاہر محی الدین کے والد
(10) کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ملک طارق جاوید قمر
(11) سرگودھا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نیامت علی کی والدہ محترمہ
(12) شاہ پور صدر سرگودھا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شہزادہ طہور زمان
(13) گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد زاہد ملک کی والدہ
(14) اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد سلیمان

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

بقیہ صفحہ 29 سے آگے

تاکید فرمائی کہ اس حال میں بھی اوّل توجہ میرے ذکر کی طرف رہے اور فرعون سے کلام ثانوی درجہ میں ہو۔ یہ صورت، ذکر قلبی کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتی۔

2۔ دوسرا حکم خود سورۃ مزمل میں آتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کو خطاب فرما کر فرمایا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (المزمل: 8)

کہ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کریں یعنی اللہ، اللہ، اللہ اس درجہ کریں کہ ماسوا اللہ (اللہ کے سوا) کسی کی خبر نہ رہے۔ یہاں تلاوت کا حکم الگ گزر چکا تو یہ سب، ذکر اسمِ ذات اور ذکرِ قلبی ہے۔ ہاں توفیق اللہ کریم کے پاس ہے کہ سمجھنے کا شعور عطا فرمائے۔

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکرم التفاسیر

سورۃ النحل آیات 75 تا 86

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ
مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ مَنْ
اللہ ایک غلام کی مثال بیان فرماتے ہیں جو (مملوک) دوسرے کے اختیار میں ہے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا
رَّزَقْنٰہُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّ جَھْرًا ھَلْ یَسْتَوٗنَ
اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی عطا فرمائی ہے پس وہ اس سے پوشیدہ اور
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (75) وَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا
اعلانیہ خرچ کرتا ہے کیا یہ آپس میں برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں بلکہ ان میں
رَّجُلَیْنِ اَحَدُھُمَآ اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ ھُوَ کَلٌّ عَلٰی
اکثر لوگ تو جانتے ہی نہیں۔ اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو آدمی ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے
مَوْلٰہُ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ھَلْ یَسْتَوِیْ ھُوَ وَ مَنْ یَّاْمُرُ
کچھ کر نہیں سکتا (ناتواں بھی ہے) وہ اپنے مالک پر وبال ہے کر کے نہیں لاتا۔ کیا وہ (گونگا
بِالْعَدْلِ وَ ھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (76) وَ لِلّٰہِ غَیْبُ
بہرہ) اور وہ شخص برابر ہو سکتے ہیں جو (لوگوں کو) اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو (انصاف کا حکم دیتا ہو)
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ
اور (خود بھی) سیدھے راستے پر (چل رہا) ہو؟ اور آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتیں
ھُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (77) وَ اللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ
اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور قیامت کا آنا ایسے ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی قریب تر۔ بیشک اللہ ہر چیز پر
مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَ
قادر ہیں۔ اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس
الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (78) اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ
نے تم کو کان عطا فرمائے اور آنکھیں اور دل تا کہ تم شکر کرو۔ کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان
مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ فِیْ
کی فضا میں گھرے ہوئے (اڑتے) ہیں اللہ کے سوا ان کو کون تھامتا ہے یقیناً اس میں ایمان والوں
ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (79) وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِکُمْ
کے لئے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی
سَکَنًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَھَا یَوْمَ
اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام کے
ظَعْنِکُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِکُمْ وَ مِنْ اَصْوَافِھَا وَ اَوْبَارِھَا وَ اَشْعَارِھَآ
دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کی پشم اور ان کے بالوں سے اسباب اور برتنے کی
اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ (80) وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ
چیزیں (جو) ایک مدت تک (کام دیتی ہیں)۔ اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کی
جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ
ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں
الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ
اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بنائے (زرہ) جو
لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ (81) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ
تمہاری لڑائی میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں اسی طرح وہ اپنا احسان تم پر پورا فرماتے ہیں
الْمُبِیْنُ (82) یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا وَ اَکْثَرُھُمُ
تا کہ تم فرمانبردار رہو۔ پھر اگر یہ منہ پھیریں تو بے شک آپ کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا
الْکٰفِرُوْنَ (83) وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ
ہے۔ یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں۔
لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ لَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ (84) وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا

اور جس دن ہم ہر امت میں سے گواہ (پیغمبر) کھڑا کریں گے پھر ان کافروں کو (بولنے کی) اجازت نہ دی
الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنظَرُوْنَ (85) وَ إِذَا رَاَ
جائے گی اور نہ ان کے عذر قبول فرمائے جائیں گے۔ اور جب ظلم کرنے والے لوگ عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان کے
الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ
عذاب میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ اور جب مشرک اپنے
كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ
بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار یہ ہمارے وہی شریک ہیں
لَكٰذِبُوْنَ (86)
جن کو ہم آپ کے سوا پکارتے تھے تو وہ ان کے کلام کو مسترد کر دیں گے (اور کہیں گے) بے شک تم جھوٹے ہو۔

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ۔

اللہ کریم دو بندوں کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص غلام ہے اس کا کسی چیز پر اختیار نہیں ہے۔ غلام بھی انسان ہے۔ اس کا مالک بھی انسان ہے۔ اللہ کی مخلوق ہے۔ مخلوق ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ انسان ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن ایک بندہ کسی کا غلام ہے اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں۔ نہ وہ مرضی سے کہیں آ جا سکتا ہے۔ نہ مرضی سے کچھ خرچ کر سکتا ہے۔ اپنی مرضی کا کھانا نہیں کھا سکتا، اپنی مرضی کا لباس نہیں پہن سکتا۔ دوسرا وہ ہے کہ اللہ نے اُسے رزق دیا ہے، خوب روزی عطا فرمائی ہے، جیسا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ پوشیدہ بھی کرتا ہے، اعلانیہ بھی کرتا ہے۔ جہاں چاہتا ہے، جیسا جی چاہتا ہے، پہنتا ہے کھاتا بھی ہے۔ جیسے جہاں جی چاہتا ہے آتا جاتا بھی ہے۔ تو کیا یہ دونوں انسان، وہ بے اختیار غلام اور یہ امیر آدمی جو بااختیار بھی ہے، کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ تو اگر دو انسان برابر نہیں ہو سکتے تو تم اللہ کے برابر دوسروں کو کیسے بنا سکتے ہو؟ وہ خالق ہے باقی ساری مخلوق ہے۔ مخلوق خالق کے برابر کیسے ہو سکتی ہے؟ مخلوق تو پیدا ہونے میں اُس کی محتاج ہے، زندہ رہنے میں اُس کی محتاج ہے، کھانے پینے میں اس کی محتاج ہے اور وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔ وہ خالق ہے باقی سب مخلوق ہے۔ هَلْ يَسْتَوٗنَ یہ دونوں انسان ہیں، مخلوق ہونے میں برابر ہیں لیکن دنیاوی اعتبار سے ایک کو غلامی گلے پڑ گئی، دوسرے کے پاس رزق کی فراوانی ہے تو دونوں کو کوئی برابر نہیں سمجھتا۔ تو جب تم دو انسانوں کو اس وجہ سے کہ ایک کے پاس اپنا اختیار ہے جو انسانوں کے پاس ہوتا ہے، دوسرے کے پاس وہ بھی نہیں ان کو برابر نہیں سمجھتے ہو تو اللہ تو مختارِ کل ہے، باقی ساری مخلوق محتاج ہے۔ مخلوق کو اللہ کے برابر کیوں مانتے ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں، تمام کمالات، تمام خوبیاں صرف اللہ کے لئے ہیں۔ کائنات میں، سورج، چاند، ستاروں، آسمانوں، زمینوں میں کہیں کسی میں کوئی خوبی ہے تو وہ اللہ کی دی ہوئی ہے، ذاتی خوبی ذاتی کمال کسی میں نہیں ہے۔ اللہ کے سارے کمال اس کے ذاتی ہیں۔ کسی کا دیا ہوا نہیں ہے اور سارے کمالات اور ساری خوبیاں اور ساری تعریفیں اُسی کے لئے ہیں۔ لیکن لوگوں کی اکثریت اِن باتوں کو نہیں جانتی۔ لوگ دنیا میں اتنے محو ہو جاتے ہیں کہ اِن حقائق کی طرف اُن کی نظر ہی نہیں جاتی۔ اُن کے پاس سوچنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی، کبھی غور ہی نہیں کرتے۔ اللہ کریم نے دوسرے دو آدمیوں کی مثال دی ہے۔

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِیْ هُوَ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (76) یہ تو مالک اور غلام کی بات تھی اگر دونوں غلام بھی ہوں۔ دونوں انسان ہیں، مالک بھی انسان ہے، غلام بھی انسان ہے، انسانیت میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن ایک غلام ایسا ہے کہ ایک تو وہ بات نہیں کر سکتا، گونگا ہے اَبْكَمُ پھر لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَیْءٍ ناتواں، کمزور اور نیم بیمار سا بھی ہے کوئی کام بھی نہیں کر سکتا بات بھی نہیں کر سکتا وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ وہ اپنے مالک پر بھی ایک، بوجھ ہے مالک پر ایک مصیبت ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ کسی کام کو بھیج دو تو کبھی خیریت سے واپس نہیں آتا۔ کام کر کے نہیں آتا کوئی بڑی خبر ہی لاتا ہے کہ فلاں

کام بھی نہیں ہوسکتا، فلاں بھی نہیں ہوسکتا، کیا وہ اس غلام کے برابر ہوسکتا ہے جو بہترین کارکردگی دکھاتا ہو؟ وَ هُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (76) جو سیدھے راستے پر چلنے والا ہو اور سچ بولنے والا ہو، دیانت دار ہو اور پوری محنت سے کام کرنے کی اس میں ہمت بھی ہو اور پوری محنت سے پورے خلوص سے صحیح کام بھی کرے، سو دونوں ایک بندے کے پاس غلام ہیں لیکن دونوں اس وجہ سے کیا برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! جب دو غلام بھی آپس میں برابر نہیں ہوسکتے ان میں تفاوت ہے تو مخلوق کو اللہ کے برابر سمجھ لیتے ہو اور جو صفات اللہ کی ہیں وہ مخلوق میں کیسے مان لیتے ہو؟ مخلوق اللہ کے برابر کس طرح ہوسکتی ہے؟ اللہ کی نافرمانی کرتے ہو، مخلوق کے در پر جبہ سائی کرتے ہو، اللہ سے تمہیں کوئی اُمید نہیں مخلوق سے تمہیں اُمیدیں وابستہ ہیں۔ لوگوں کا اس معاملے میں عجیب حال ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں سے سفارش کردیں، اگر انہیں کہیں کہ اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کی مدد کرے گا تو ناراض ہوکر جاتے ہیں کہ میری بات نہیں مانی، مجھے کوئی سفارشی خط لکھ کر نہیں دیا۔ اب کسی کو فون کردو، چٹھی لکھ دو تو کسی کا کام نہ بھی ہو تو بڑا راضی ہوتا ہے کہ انہوں نے تو چٹھی دے دی تھی آگے نہیں ہوا تو میری قسمت لیکن یہ کہو کہ اللہ کریم سے دعا کرتے ہیں کہ تمہارا کام ہوجائے تو کہتے ہیں میری تو سنی ہی نہیں، یعنی اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ زمینوں اور آسمانوں کے امورِ غیبیہ صرف اللہ جانتا ہے ان کا علم اس کے پاس ہے، اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اس کے لئے کوئی غیب نہیں ہے، اُس کا علم حضوری ہے، اس کے علم میں کوئی ماضی مستقبل نہیں ہے۔ ماضی اس کے حضور میں حاضر ہے مستقبل بھی اس کے حضور میں دست بستہ کھڑا ہے، حال بھی اُس کے سامنے ہے اُس کا علم حضوری ہے، ہمہ وقت ہے مکمل ہے۔ کوئی چیز زمینوں آسمان کی یا مخلوق کی اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور قیامت کے آنے کا علم کسی کے پاس نہیں یعنی جن چیزوں کے لالچ میں اور جن موہوم امیدوں پر اللہ کو فراموش کئے بیٹھے ہیں یہ تو ساری فانی ہیں۔ کوئی چیز پڑے پڑے ضائع ہوجاتی ہے، کوئی شخص بیٹھا بیٹھا مرجاتا ہے، کوئی چیز پڑی پڑی ٹوٹ جاتی ہے، بیکار ہوجاتی ہے لیکن سب چیزیں یک لخت بھی تباہ ہوجائیں گی اور قیامت کا آنا اس طرح سے ہے جیسے آپ پلک جھپکتے ہیں یا اس سے بھی قریب تر ہو۔ کوئی دیر نہیں لگے گی۔ جب قیامت قائم ہوگی اور پھر انسان کے پاس تو عارضی وقت ہے زندگی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے وَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَ قِيَامَتُهٗ او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ جو مرتا ہے اس کی قیامت تو قائم ہوجاتی ہے، دارِ عمل ختم ہوجاتا ہے روزِ جزا شروع ہوجاتا ہے۔ اعمال کے اثرات برزخ میں شروع ہوجاتے ہیں تو اُس کی تو ایک طرح سے قیامت قائم ہوگئی اور موت کا کوئی پتہ نہیں کسی لمحے کسی کی موت آجائے تو یہ ساری دنیا کی اُمیدیں اور غیر اللہ سے توقعات اور انسانوں کی غلامی یہ کس کام آئے گی۔ کیا یہ موت کو ٹال دے گی، قیامت کو ٹال دے گی، کیا کرے گی؟

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (77) یہ نہ سوچو کہ یہ پل بھر میں سارا جہاں کیسے تباہ ہوجائے گا؟ آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے زمینیں تباہ ہوجائیں گی، سورج چاند جھڑ جائیں گے؟ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی حادثے کی بڑائی کو نہ دیکھو۔ اُس مالک کی عظمت کو دیکھو وہ ایسا قادر ہے۔ جب چاہے، جو چاہے کرسکتا ہے آج تم اللہ کے مقابلے میں اپنی دانش جتاتے ہو اور خود کو دانا تر ثابت کرتے ہو اور احکامِ الٰہی کے بارے کہتے ہو یہ درست نہیں ہیں یہ صحیح نہیں ہیں۔ ہم نے جو رائے دی ہے وہ صحیح ہے۔ تم ہو کون؟ وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا تمہیں اللہ نے ماؤں کے پیٹوں سے اس طرح پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے۔ تب کائنات کو کون سنبھالے ہوئے تھا؟ تمہیں اپنے بھلے برے کی تمیز بھی نہیں تھی۔ تمہیں کھانا کھانا نہیں آتا تھا، کپڑا پہننا نہیں آتا تھا، پانی پینا نہیں آتا تھا تمہیں تو کچھ خبر نہیں تھی، تم تو اپنا آپ نہیں سنبھال سکتے تھے، تمہیں تو تمہاری ماں یا دوسرے لوگ سنبھالتے تھے۔ تم تو کچھ نہیں جانتے تھے کہ کیا کرنا ہے؟ لَا تَعْلَمُوْنَ

شَیْئًا تمہیں کسی بات کی خبر ہی نہ تھی کہ اپنے بھلے برے کو اپنی گرمی سردی کو، اپنی صحت بیماری کو جان ہی سکتے تھے نہ بتا سکتے تھے۔ آج تم احکام الٰہی کے مقابلے میں مشورے دیتے ہو۔

پھر اس نے اپنے کرم سے وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ تمہارے لئے علم کے ذرائع بنائے، جاننے کے ذرائع بنائے۔ تمہیں قوتِ سماعت عطا فرمائی، بصارت عطا فرمائی اور قلب عطا فرمایا۔ قرآن کریم کی ترتیب بڑی خوبصورت اور حقیقی ہے۔ فرمایا! تم کچھ نہیں جانتے تھے تمہیں سمع عطا فرمایا، سننے کی طاقت فرمائی، کان عطا فرمایا اور عجیب بات ہے آپ اگر غور کریں تو انسان کا زیادہ تر علم جو زندگی بھر وہ سیکھتا ہے وہ سن کر سیکھتا ہے۔ دوسرے نمبر پر بصارت آتی ہے، اس لئے آنکھ کا ذکر کیا کہ تمہیں آنکھیں عطا فرمائیں کہ دیکھ کر سیکھو لیکن انسان زیادہ تر سن کر سیکھتا ہے۔ جیسے استاد سے سن کر سیکھتا ہے، والدین سے سنتا ہے، معاشرے سے سنتا ہے۔ ماحول سے سنتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ آج کل میڈیا کتنا طاقتور ہو گیا ہے، میڈیا سناتا ہے تو یہ قوموں کی قوموں کے رخ بدل دیتا ہے۔ دوسرے درجے میں آنکھ ہے، انسان دیکھ کر سیکھتا ہے دیکھ کر پڑھتا ہے، کتابیں پڑھتا ہے، حالات وواقعات دیکھتا ہے، معاشرے کو دیکھتا ہے سیکھتا ہے پھر وہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ دل میں اتارتا ہے۔ یہ بڑی خوبصورت بات ہے۔ مستشرقین اور سائنسدانوں کا یہ اتفاق ہے کہ علم دماغ میں ہوتا ہے، قرآن کہتا ہے علم دل میں ہوتا ہے۔ دماغ خزانہ ہے، بہت بڑا کمپیوٹر ہے، بہت بڑا خزانہ ہے لیکن دماغ میں علم نہیں ہوتا معلومات ہوتی ہیں۔ دماغ میں کسی چیز کے بارے بھی جتنی معلومات ہوتی ہیں وہ لمحے بھر میں بک بھی سکتی ہیں لوگ دماغی معلومات پر ہی ڈاکٹری کرتے ہیں، دماغی معلومات پر ہی سائنس کے کرشمے ایجاد کرتے ہیں، دماغی معلومات پر ہی دنیا کے کام کرتے ہیں لیکن جو چیزیں دماغ میں ہوتی ہیں وہ خبر کے درجے میں ہوتی ہیں، علم کے درجے میں نہیں ہوتیں۔ دماغ میں خبریں جمع ہو جاتی ہیں، خبر اُسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا اثر انسانی مزاج پر نہیں ہوتا۔ اب اس کے دماغ میں جتنی قابلیت ہے وہ دنیا کے چند ٹکوں کے لئے بیچ دیتا ہے۔ ڈاکٹر مریض کو دیکھتا ہے لیکن اُسے مریض کی زندگی عزیز نہیں ہوتی اپنی فیس عزیز ہوتی ہے، زیادہ سے زیادہ فیس لینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک انسان مر رہا ہے اس کے پاس فیس نہیں ہے ڈاکٹر اس کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اس کا دماغ کہتا ہے کہ تم اپنے لئے کوئی چیز پیدا کرو، یہ مرے یا جئے تمہیں کیا؟ جو علوم دِل میں اترتے ہیں وہ فرد کا حال بن جاتے ہیں، پھر وہ بکتے نہیں اللہ پر ایمان بنیادی چیز ہوتی ہے پھر اس میں اخلاقِ عالیہ آ جاتے ہیں پھر اس کا ایمان آخرت پہ اور اللہ کی بارگاہ پر ہوتا ہے تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے وہ لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتا ہے۔ وہ اگر ڈاکٹر ہوگا تو ہمدردی سے لوگوں کا علاج کرے گا اور غریب امیر کی تمیز نہیں کرے گا۔ فیس ملے گی کرے گا، نہیں ملے گی تو بھی کرے گا کہ انسانی زندگی بچانا اس کا مقصد ہوگا تو دل میں جو علم ہوتا ہے وہ بندے کا حال بن جاتا ہے اس کے مطابق وہ زندگی بسر کرتا ہے اور حقیقی علم وہی ہوتا ہے جو دل میں ہوتا ہے۔ دماغ خبروں کا خزانہ ہے۔ دماغ میں بے شمار خبریں جمع ہوتی ہیں علم اور چیز ہے خبر اور چیز ہے۔ خبریں بیچی جاتی ہیں۔ علم بکتا نہیں ہے۔ علم اللہ کی عطا ہے وہی چیز ہے۔ اللہ کریم عطا فرماتا ہے اور وہ بیچنے خریدنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہ بندے کا حال بن جاتا ہے۔ معرفت الٰہی بھی تو علم ہے، ایمان بالرسالت ﷺ بھی تو علم ہے۔ قرآن پر ایمان، قرآن کو پڑھنا سمجھنا بھی تو علم ہے لیکن یہ چیزیں بندے کا حال بن جاتی ہیں پھر وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، آخرت پر ایمان رکھتا ہے، نبی ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے، کام دنیا کے کرتا ہے کماتا آخرت ہے اور اگر خبریں دماغ ہی میں ہوں دِل میں نہ ہوں تو پھر وہ قرآن بھی پڑھائے تو اس کی بھی قیمت وصول کرتا ہے۔ اللہ کے لئے نہیں پڑھاتا بیچتا ہے۔ دماغی کمالات بیچے جاتے ہیں کیونکہ دماغ مادی ہے اور مادے کی تلاش میں مادی سہولتوں، مادی دولت، مادی دنیا کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ لہٰذا یہاں فرمایا! کہ اللہ نے تمہیں سماعت دی کہ تم علم سن کر سیکھو، بصارت دی کہ تم دیکھ کر سیکھو اور قلب دیا کہ وہ علم کا گھر

بنے۔ اس میں معرفت حق ہو، اس میں دنیا کے علوم ہوں اس میں آخرت کے علوم ہوں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن (78) تا کہ تم اللہ کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔ علم جب دل میں اترتا ہے تو وہ علم ہوتا ہے۔ علم جب دماغ میں جاتا ہے تو وہ خبر ہوتی ہے۔ دماغ خبروں کا مجموعہ ہے، خبریں بیچی خریدی جاتی ہیں۔ دنیا کے نفع ونقصان کے لئے ہیں، مادی آسائشوں کے خریدنے کے لئے ہیں اور علم دل میں اترتا ہے اور جب دل میں اترتا ہے تو پھر اُسے اللہ کا شکر گزار بندہ بنا دیتا ہے۔ وہ کام دنیا کا کرتا ہے لیکن اُس پر اس کی آخرت مرتب ہو رہی ہوتی ہے اور دل کی حیات نورِ ایمان سے ہے۔ یہ ساری نعمتیں اگر آئیں گی تو مومن کے حصے میں آئیں گی کافر کو ان سے حصہ نہیں ملتا چونکہ اس کا دل زندہ نہیں ہوتا بغیر نورِ ایمان کے دل زندہ نہیں ہوتا۔

کہا جاتا ہے کافر بھی بڑے اچھے اچھے کام کرتے ہیں۔ کافر اچھا کام بھی دنیا کمانے کے لئے کرتا ہے۔ دنیوی شہرت کے لئے کرتا ہے یا دنیا بنانے کے لئے یا دولت کے لئے کرتا ہے کیونکہ آخرت پر اس کا ایمان ہی نہیں تو اللہ کے لئے، آخرت کے لئے کون کرے گا؟ جس کو وہ مانتا ہی نہیں۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے ایمان عطا فرمادیا یہ اتنی بڑی نعمت ہے۔ اب یہ ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کی قدر کریں، اس کا اندازہ کریں، اس کے تقاضے پورے کریں۔ ایمان کا تقاضا کیا ہے، اللہ کے احکام کی تعمیل کیسے کرنی ہے، ایمان کا تقاضا کیا ہے، عظمت نبوت ورسالت کیا ہے اور ہمیں آپ ﷺ کا اتباع کس خلوص اور محنت وجانفشانی سے کرنا ہے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن (78) اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ بڑے بڑے مفسرین کے علاوہ بڑے بڑے صاحب حال لوگوں نے بھی اور اہل اللہ نے بھی اس کی تشریحات کی ہیں۔ جو قول سب سے معتبر سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ اندازہ ہو جائے کہ میں شکر ادا نہیں کرسکتا تو یہی شکر ادا کرنا ہے اور بھی بے شمار توجیہات کی گئیں لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ کریم نے تمہیں سمع دیا، بصارت دی قلب دیا، اب ان سب چیزوں سے اللہ کی اطاعت کرو تو یہ اللہ کا شکر ہے، یعنی اللہ کا شکر یہ ہے کہ جو نعمتیں اللہ نے تمہیں دی ہیں وہ اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرو۔ اللہ کے حکم کے مطابق کماؤ، اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ کا اتباع کرو اور دنیا کے کام آخرت کے حساب سے کرو تو ہر نیکی، ہر عبادت، ہر اچھائی شکر ادا کرنے کے زمرے میں آتی ہے۔

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ فرمایا! تم دیکھ لو! پرندے جو آسمانوں کی وسعتوں میں تیرتے پھرتے ہیں، انہیں کس نے سنبھال رکھا ہے، کس نے اٹھا رکھا ہے، کس طرح یہ سفر کرتے ہیں، کون ہستی ہے؟ جس نے ہر پرندے کا جسم ایسا بنایا کہ وہ ہوا میں تیر سکتا ہے، چھوٹے سے چھوٹے لے کر بڑے سے بڑے وزنی پرندے تک اس کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ وہ ہوا میں تیر سکتا ہے پھر ہر پرندے کے حجم، قد، وزن کے برابر اُسے پر دیئے اُسے بازو دیئے۔ اسے بازوؤں میں، پروں میں اتنی طاقت دی کہ ایک چھوٹی سی چڑیا ایک سیکنڈ میں سات سو بار پَر ہلاتی ہے۔ ایک چھوٹی سی چڑیا ہوتی ہے جو آخر بعض اوقات پھول کے پاس ہوا میں کھڑی ہو جاتی ہے، پر مار رہی ہوتی ہے اور اُس میں سے رس چوس رہی ہوتی ہے۔ اس کے بارے تحقیق کرنے والے بتا رہے تھے کہ یہ ایک سیکنڈ میں سات سو بار پَر ہلاتی ہے۔ پھر پروں کی ساخت ایسی بنائی کہ جیسا اس کا وجود ہے، اتنا بوجھ وہ سنبھال سکے، اٹھا سکے اسی کے چار پر نوچ لو تو نہیں اٹھ سکتا۔ کس نے اس کے وزن کے مطابق اس کے پر چھوٹے بڑے کر دیے، ہوا کو کس نے یہ توفیق دی کہ ایک خاص رفتار پر چیز جائے تو اسے اڑا لے؟ ہمارے ہوائی جہاز بھی اسی کلیے کے مطابق اڑتے ہیں کہ ہوا کو پیچھے دھکیلتے ہیں پَروں کا Span اتنا ہوتا ہے کہ اس میں جتنے بندے، جتنا اس کی (Body) جسامت کا وزن ہے وہ اٹھا سکے۔ ہر چھوٹے بڑے جہاز کے پَروں کا سائز چھوٹا بڑا ہے۔ ہوا کے رخ، سامنے سے آ رہی ہو تو اُڑ سکتا ہے، جدھر جا رہی ہو اوپر وہ نہیں اُڑ سکتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہر ائیر پورٹ پر نشان لگا ہوتا ہے کہ ہوا کدھر سے آ رہی ہے۔ کبھی مشرق کو اڑتا ہے کبھی مغرب کو، جدھر سے ہوا آ رہی ہو وہ

اُوپر کو اُڑتا ہے۔ ہوا کہ یہ قوت کس نے دی کہ وہ اٹھا کر چل دے؟ بے شمار اقسام کے پرندے ہیں۔ پھر یہ نہیں ہے کہ صرف پرندے نے اُڑنا ہے اس نے اپنی خوراک بھی تلاش کرنی ہے، زمین پر بھی دیکھنا ہے۔ ایسے پرندے بھی ہیں جو دو سو کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑتے ہیں لیکن انہیں ہر چیز نظر آ رہی ہوتی ہے۔ انسان کی بصارت کی ایک حد ہے لیکن وہ پرندے ذرہ ذرہ سی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ کتنی تیزی سے گزر رہے ہوتے ہیں اور ذرہ ذرہ سی چیز دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ میں ایک دن نیشنل جیوگرافک پر گدھ کے بارے دیکھ رہا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ یہ اتنی اونچی چلی جاتی ہے کہ پچاس ساٹھ کلو میٹر کا ایک (Circle) دائرہ اسے نظر آتا ہے اور اس کی آنکھ میں قدرت نے ایسا نظام رکھا ہے کہ وہ دوربین کی طرح چھوٹی بڑی چیز کو (Focus) مرتکز کر کے دیکھ سکتی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اتنی بلندی پر ہو کہ اس کی نظر پچاس میل تک ہو تو زمین پر ایک انچ کی چیز کو دیکھنا چاہے تو وہ (Focus) مرتکز کر کے دیکھ سکتی ہے۔ یعنی وہ پورا دوربین کا نظام اس کی آنکھ میں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کہیں کوئی مردار جانور پھینکتے ہیں تو فوراً گدھ آ جاتے ہیں۔ تو پچاس میل کے (Circle) دائرے میں کوئی ایک گدھ اڑ رہا ہو تو جب وہ نیچے جاتا ہے تو کوئی اس کو ضرور دیکھ رہا ہوتا ہے تو وہ بھی چل پڑتا ہے۔ اس طرح وہ سارے ہی اس طرف چل پڑتے ہیں کہ وہ کیوں نیچے اُتر رہا ہے کچھ وہاں ہے؟ اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ کیا تم پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ آسمان کی فضاؤں میں اُڑتے پھرتے ہیں مَا یُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ انہیں اللہ کے سوا کون یہ قوت دیتا ہے کون تھامے رکھتا ہے کون ان کے وجودوں کو لئے پھرتا ہے؟ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ (79) جن لوگوں کو نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے ان کے لئے تو اس میں بڑے دلائل ہیں۔ وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا اُس نے تمہیں گھر بنانے کی توفیق عطا کی، تمہیں سمجھ اور شعور عطا کیا کہ تم گھر بنا سکو اور وہ تمہارے لئے آرام کا سبب بنیں اور گھروں میں آرام سے رہ سکو پھر وَّ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا پھر اس نے تمہیں یہ شعور دیا کہ تم نے جانوروں کی کھالوں سے دباغت کر کے اُن سے خیمے بنا لیے، گھر بنا لیے، وہ ایسے گھر ہیں کہ اکھیڑ کر چل دیتے ہو، جہاں جی چاہتا ہے وہاں خیمے لگا لیتے ہو۔

تمام جانوروں کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے وہ کتا ہو، شیر ہو، گیدڑ ہو، بھیڑیا ہو کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر کے۔ خنزیر کی اصل میں حرام ہے، اصل میں حرمت ہے۔ خنزیر کی کوئی چیز کسی بھی صورت میں کسی بھی حال میں پاک نہیں ہوتی۔ باقی سارے جانوروں کی کھال شیر، چیتا، گیدڑ وغیرہ درندے جو ہیں اور جانور جو ذبح کیے جاتے ہیں تو اگر وہ ذبح کیے بغیر مر جائیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کی کھال نہ اتاری جائے حالانکہ ان کی کھال اتار لینی چاہیے کہ کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔ بُیُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ وَ یَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ اس اللہ نے کھال کے خیمے بنانے کی اور جانوروں کی کھال سے گھر بنانے کی توفیق عطا فرمائی تو یہ ایسے ہلکے پھلکے گھر ہیں کہ تم جہاں ٹھہرتے ہو وہاں بھی تمہیں آرام دیتے ہیں اور سفر کرتے ہو تو انہیں لپیٹ کر جانور پر رکھ لیتے ہو ان کا اٹھانا بھی آسان ہو جاتا ہے وہ اقامت میں بھی سفر میں بھی تمہارے لئے سہولت کا اور آرام کا سبب بنتے ہیں۔ وَ مِنۡ اَصۡوَافِہَا وَ اَوۡبَارِہَا وَ اَشۡعَارِہَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ (80) اور ان کے پشم، اُن کے بالوں سے اسباب اور برتنے کی چیزیں بناتے ہو جو ایک مدت تک تمہیں کام دیتی ہیں جانور کی کھال ہی نہیں استعمال کرتے ہو بلکہ اُن کے بال بھی استعمال کرتے ہو اور جہاں تک بالوں کا اور پشمینے کا تعلق ہے تو وہ ہر جانور کے پاک ہوتے ہیں اور استعمال کرنا جائز ہے۔ تو فرمایا! تم اُن کی پشم کے بالوں سے لباس بناتے ہو، کمبل بناتے ہو، بستر بناتے ہو ٹوپیاں بناتے ہو، کتنی استعمال کی چیزیں بناتے ہو اور وہ تمہارا سرمایہ بھی ہوتی ہیں اور مدتوں تمہیں کام آتی رہتی ہیں نسلاً بعد نسل انہیں استعمال کرتے رہتے ہو۔ وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا۔ اللہ نے اپنی بنائی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائبان بنا دیے۔ کسی کے پاس کوئی

جھونپڑی بھی نہیں خیمہ بھی نہیں ہے تو کسی درخت کے نیچے پناہ لے لیتا ہے، پہاڑ کی کھوہ میں پناہ لے لیتا ہے وہی اُسے گھر کا کام دے جاتا ہے۔ اللہ ایسا کریم ہے کہ اس نے جگہ جگہ تمہارے لئے انتظام کر دیا۔ چشمے ہیں پانی پی رہے ہو۔ پھلوں سے جنگل بھی بھر دیے خوراک کا انتظام بھی کر دیا۔ رہنے کے لئے بھی پہاڑوں کی کھوئیں بنا دیں درخت بنا دیے۔ گرمیوں میں درخت کے نیچے بسر کر لیتے ہو، سردی ہو تو پہاڑ کی کھوہ میں چلے جاتے ہو۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا پہاڑوں میں بھی پناہ کی جگہیں بنا دیں جہاں تم پناہ لے سکتے ہو، وقت گزار سکتے ہو۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ اور تم کو ایسا شعور دیا، تم ایسا لباس ایسے ایسے کرتے بناتے ہو جو تمہیں موسمی اثرات سے محفوظ رکھتے ہیں اور تم ایسے لباس بناتے ہو جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔ تو تم ڈھالیں بنا لیتے ہو زرہیں بنا لیتے ہو، خود بنا لیتے ہو اور وہ لڑائی میں بھی جنگ میں بھی تمہاری حفاظت کے کام آتے ہیں اور ایسی جگہیں، ایسے طریقے، ایسی مخلوق پیدا کر دی۔ تم جانور شکار کر کے گوشت کھا لیتے ہو، کھال استعمال کر لیتے ہو، جنگلی پھل کھا کر چشمے کا پانی پی لیتے ہو، یہ سب کچھ کس نے کیا، یہ اتنی کائنات کس نے بکھیر دی؟ کہ شہر میں بھی، جنگل میں بھی ہر جگہ زندگی کے سامان موجود ہیں۔ آرام کرنے کی جگہیں موجود ہیں پناہ گاہیں موجود ہیں، روئے زمین پر یہ انتظام کس نے کر دیا ہے كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ (81) اس نے تم پر بے حساب نعمتیں نچھاور کر دیں، گن نہیں سکتے اس لئے کہ تم اُس کی اطاعت کرتے رہو تم اس کے نافرمان نہ بنو۔ تم اس کے سامنے بغاوت نہ کرو اور اطاعت گزار بن کر اللہ کا شکر ادا کرو۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (82) اے میرے محبوب ﷺ! اگر یہ لوگ! سارے ارشاداتِ باری اور آپ ﷺ کی پہنچائی ہوئی تبلیغ اور آپ ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے کردار اور آپ ﷺ کی خواہش وطلب دیکھ کر یہ اس طرف توجہ نہیں کرتے، اگر یہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں، پروا نہیں کرتے تو آپ کے ذمہ اللہ کی بات اللہ کے بندوں تک پہنچانا ہے۔ ان

سے منوانا آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کو اس بات کا بھی بہت دکھ ہوتا تھا کہ اتنی جانفشانی، اتنی محنت، اتنی مشقت سے اللہ کا پیغام، اللہ کا کلام، اللہ کا قرآن، میں لوگوں کو پہنچا رہا ہوں یہ نہیں سنتے، نہیں مانتے، اس کا انجام کیا ہوگا؟ جہنم جانا ہوگا، اس بات کا حضور ﷺ کو دُکھ ہوتا تھا۔ کیا کریم ذات ہے ﷺ کہ جو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے اس کے لئے بھی آپ کا قلب اطہر ﷺ دکھی ہو جاتا کہ یہ جہنم میں جائے گا۔ اللہ کریم نے فرمایا! کہ میرے حبیب ﷺ آپ ﷺ اس کا غم نہ کریں۔ آپ ﷺ کا کام من وعن پہنچا دینا ہے۔ جو پیغام اللہ نے آپ ﷺ کو دیا تھا وہ آپ ﷺ نے جان ہتھیلی پر رکھ کر فرد فرد تک پہنچا دیا۔ آپ ﷺ کے خدامؓ نے روئے زمین پر پھیلا دیا اور قیامت تک اللہ جن بندوں سے کام لے گا وہ روئے زمین پر پھیلاتے رہیں گے۔ اب اگر یہ نہیں مانتے تو آپ ﷺ کا کام پیغام پہنچانا تھا منوانا نہیں۔ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ۔ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں سے واقف ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ سورج سے کیا کیا فائدے ہو رہے ہیں، چاند کیا فائدہ دے رہا ہے، ہوا کے چلنے سے کیا ہوتا ہے نہ چلنے سے کیا ہوتا ہے، بارش کس قدر ضروری ہے اور کتنی بارش چاہیے؟ زیادہ ہو جائے تو مصیبت بن جاتی ہے یہ ساری چیزیں جانتے ہیں۔ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا، مانتے نہیں ہیں نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، مانتے نہیں کہ یہ اللہ کا انعام ہے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس لئے نہیں مانتے کہ وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ (83) اکثریت ان میں ایسے لوگوں کی ہے جو انکار کیے بیٹھے ہیں۔ اللہ کی عظمت کو مانتے نہیں، اللہ کو خالق ہی نہیں مانتے، مالک ہی نہیں مانتے۔ اپنی امیدیں غیر اللہ سے وابستہ کیے ہوئے ہیں کہ یہ اللہ کی نعمتوں کو جانتے ہیں تب ہی تو استعمال کرتے ہیں۔ تب ہی تو چیزیں ایجاد کرتے ہیں، جانتے ہیں تو کرتے ہیں لیکن مانتے نہیں اس لئے کہ کفر وہ مصیبت ہے جو اللہ کی بارگاہ سے دور کر دیتا ہے۔ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ایک وقت آ رہا ہے، روز حشر کو ہم ہر امت پر گواہ کھڑا کر دیں گے۔ ہر امت کا نبی ﷺ ہوگا، ہر جماعت میں، ہر امت

میں، ہر قوم میں اور اللہ کا نبی ﷺ بطور گواہ کھڑا ہو جائے گا کہ اے اللہ! میں نے جتنا تو نے جس طرح تو نے پہنچانے کا حکم دیا تھا ان کو پہنچا دیا اگر انہوں نے نہیں مانا تو اس کی جواب دہی یہ خود کریں گے۔ پھر جب یہ شہادت ہو جائے گی تو ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (84) اس کے بعد پھر کافروں کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پہلے تو انکار کریں گے یا اللہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں، ہم کیا کرتے، ہم تک تو بات ہی نہیں پہنچی ہم نے جو بزرگوں، باپ دادا کو دیکھا وہی کرتے رہے تو پھر ان انبیاءؑ کو حکم ہوگا جن کو اُن کی طرف مبعوث کیا گیا تھا، تو وہ شہادت دیں گے کہ یا اللہ تیرا پیغام ان تک پہنچا، نسلاً بعد نسل ان تک پہنچتا رہا اور انبیاءؑ کے بعد صلحاء پہنچاتے رہے لیکن انہوں نے مان کر نہیں دیا۔ تو فرمایا! کہ اس کے بعد انہیں بولنے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نہ اُن کا کوئی عذر معذرت قبول کی جائے گی۔ اللہ کا پیغام سنا، اللہ کے نبیؑ نے پہنچایا۔ انبیاءؑ صادق اور امین ہوتے ہیں تو اللہ کا پیغام ایک صادق اور امین ہستی نے پہنچا دیا اس کے بعد سوائے ماننے کے کوئی چارہ ہے۔ عذر، معذرت کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جب یہ بات تحقیق ہو جائے اور جب یہ بات طے ہو جائے کہ یہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے بعد چوں و چرا کی گنجائش ہی نہیں، پورے خلوص سے اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہاں بہانے کریں گے یہ وجہ ہوگئی وہ ہوگئی، فرمایا! نہیں اب کوئی عذر قبول نہیں ہوگا، خاموش رہو، اب تم بول بھی نہیں سکتے۔ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (85) عذاب اور جہنم تو سامنے ہوں گے، عذاب وارد ہو جائیں گے۔ جب عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو پھر چلائیں گے۔ یا اللہ اسے کچھ کم کردے، یا اللہ! ہمیں اس سے بچالے، یا اللہ! ہم یہ کریں گے ہم وہ کریں گے، تو فرمایا! اس کے بعد اس میں نہ کوئی تخفیف کی جائے گی نہ کافروں کو کوئی مہلت دی جائے گی کہ چلو تمہیں کچھ دن اور مہلت دیتے ہیں تم جا کر نیکی کرلو، فرمایا! وہ قصہ ختم ہو چکا۔ بلکہ تماشا یہ ہوگا کہ جب یہ ان بتوں کو اُن انسانوں کو یا ان جھوٹے خداؤں کو جن کی یہ پوجا کرتے تھے، ہر چیز چونکہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگی، تو ان کو دیکھیں گے تو پکاریں گے یا اللہ! یہی تو وہ ہیں جن کی ہم پوجا کرتے تھے، اب یہ خاموش کیوں ہیں کیوں نہیں یہ ہمارے حق میں بات کرتے؟ ہم نے ساری زندگی ان کی غلامی کی، انہیں سجدے کرتے گزار دی۔ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا دنیا میں تو انبیاءؑ کو کہتے تھے تمہارا رب کیا کہتا ہے؟ رُبُّکَ تمہارا رب کیا کہتا ہے؟ تو حشر میں کہیں گے رَبَّنَا ہمارا پروردگار۔ فرمایا! کہیں گے یہی تو وہ ہستیاں ہیں یہی تو وہ بڑے بڑے لوگ ہیں، یہی تو وہ بت ہیں، یہی تو وہ فرضی ہیولے ہیں جو ہم نے مان رکھے تھے۔ تو انہیں کو تو ساری عمر ہم پوجتے رہے۔ یہ اب ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے۔ تو خواہ وہ جنوں کی عبادت کرتے رہے، انسانوں کی کرتے رہے، ستاروں کی کرتے رہے سورج کی کرتے رہے، بتوں کے پتھروں کی کرتے رہے، درختوں، دریاؤں کی کرتے رہے۔ وہ سارے آگے سے انہیں جواب دیں گے اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ (86) وہ کہیں گے تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں تو پتہ ہی نہیں تم ہماری عبادت کرتے رہے ہو، ہمیں کیا پتہ؟ ہم تو پتھر کے بت تھے ہمیں کیا پتہ کون عبادت کر رہا ہے کون نہیں ہمیں تو خبر ہی نہیں تم بکواس کرتے ہو۔ ہماری عبادت تم نے کہاں سے کی؟ اور دوسرے لوگ بھی کہیں گے کہ ہم تو خود مخلوق تھے ہم تو خود اللہ کی عبادت کرتے تھے کب ہم نے تمہیں کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ انبیاءؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ وہ کہیں گے میں تو اللہ کا نبیؑ تھا میں نے تو اللہ کے نبیؑ ہونے کا حق ادا کیا۔ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔ یہ تم نے گھڑ لیا مجھے تو نہیں پتہ تم نے کیا گھڑ لیا اب اللہ کی بارگاہ میں جواب دو۔ بت تک انکار کر دیں گے کہ ہم تو پتھر کے بے جان بت تھے یا اللہ ہمیں کیا خبر یہ کیا کر رہے ہیں؟ ان سے پوچھیے۔ ہمیں کیا خبر ہے؟ فرمایا! جنہیں ساری زندگی پوجتے رہے وہ بھی انہیں آج ٹکا سا جواب دے دیں گے کہ اب جو کچھ خود کیا ہے بھگتو، ہماری تو یہاں دم مارنے کی مجال نہیں ہے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

☆☆☆

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

سورۃ ھود

حضرت شیخ امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

وظائف شیخ دوبارہ اصلاح:

قولہ تعالیٰ: اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ ھود:88

ترجمہ: میں تو اصلاح چاہتا ہوں کہ جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہوتی ہے اللہ ہی کی مدد سے ہے۔

''اس میں وظائف شیخ کے جمع کئے گئے ہیں کہ خلوص کے ساتھ اصلاح میں سعی بھی کرے اور اس سعی میں توکل بھی کرے۔ نہ توکل کے سبب سعی چھوڑے اور نہ صرف سعی پر بھروسہ کرے۔''

یعنی اس آیہ کریمہ سے سلوک کا یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ پر بھروسہ بھی کرے اور اپنی پوری محنت اور مجاہدہ اور کوشش بھی کرے دونوں باتیں ضروری ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ اپنی محنت پر بھروسہ کرے اور اپنی پارسائی کا دعویٰ کرنے لگے بلکہ بھروسہ اللہ کی ذات پر کرے اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ زبانی کہے کہ اللہ پر توکل ہے اللہ بہتر کریگا اور عملاً محنت نہ کرے مجاہدہ نہ کرے۔ تو دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ فرمایا اِنۡ اُرِیۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ جتنی میری ہمت ہے، جتنا میں کرسکتا ہوں، میں اصلاح چاہتا ہوں اور آگے ارشاد ہے وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ لیکن مجھے جو اللہ کریم توفیق دیں گے میں وہی کرسکتا ہوں۔ تو دونوں چیزیں سالک کے لیے ضروری ہیں کہ اللہ کریم پر بھروسہ کرے اور مجاہدہ پورا پورا کرے، جتنی ہمت ہے اتنا کرے۔

فناءِ نار پر استدلال کا بطلان:

قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا الَّذِیۡنَ شَقُوۡا فَفِی النَّارِ الی قولہ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ؕ الی قولہ تعالی وَاَمَّا الَّذِیۡنَ سُعِدُوۡا فَفِی الۡجَنَّۃِ ھود:108-106

ترجمہ: سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ کے حال میں ہیں۔ (الی قولہ) ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے (وقولہ تعالیٰ) اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (الی قولہ) ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔

''سہل توجیہ اس کی یہ ہے کہ سعید اور شقی سے مراد نیک کار اور بدکار لیا جاوے خواہ مومن ہو یا کافر۔ پس عاصی نار میں ہوگا مگر جس کو اللہ چاہے یعنی ایمان لے آوے اور مطیع جنت میں ہوگا مگر جس کو اللہ چاہے یعنی اس کا خاتمہ کفر پر ہو جاوے۔ پس اس میں دلالت ہے اس پر کہ نہ طاعت پر ناز کرے اور نہ عصیان پر مایوس ہو۔ اور جنہوں نے اس آیت سے فناء نار پر استدلال کیا ہے ان کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال پھر اجماع و قواطع اس کے خلاف پر اس کے بطلان کی مستقل دلیل ہیں اور تفصیل اصل عربی میں ہے۔''

آیہ کریمہ ہے کہ شقی یعنی بدبخت دوزخ میں ہوگا۔ ہاں یہ کہ جب تک رب چاہے اور سعید یعنی نیک بخت جنت میں ہے ہاں جب تک کہ اللہ چاہے۔ تو اس کے بعد لوگوں نے یہ دلیل حاصل کی ہے کہ جہنم میں ہمیشگی نہیں ہوگی، جب تک اللہ چاہے گا رہے گی پھر ختم ہو جائے گی تو یہاں اس کا رد فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ شقی کافر ہوگا تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا لیکن شقی کے زمرے میں مومن بھی آئے گا یعنی بدکار تھا توبہ کئے بغیر مرگیا تو پھر ہوسکتا ہے اسے بھی گناہوں کی سزا پانے کے لیے کچھ عرصہ جہنم میں جانا پڑے اور جب رب چاہے تو اسے آزاد کردے اور اسے جنت بھیج دے یا دوسری تاویل فرماتے ہیں کہ گناہوں کی کثرت

کی وجہ سے اس کا خاتمہ ہی ایمان پر نہ ہوا اور مرنے سے پہلے ہی ایمان ضائع کر بیٹھے تو پھر ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گیا۔ اسی طرح جو سعید یا نیک بخت ہیں یا نیکوکار ہیں وہ جنت میں ہوں گے جب تک اللہ چاہے۔ تو فرماتے ہیں اگر اس سے یہ دلیل لی جائے کہ دوزخ ختم ہو جائے گی تو اس کا مطلب ہے کہ پھر جنت بھی ختم ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے جو چاہا وہ بتلا دیا کہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ تو اس میں جو آیت سے فناء نار پر استدلال کیا ہے تو اس کی دوزخ کے ختم ہونے پر دلیل کرتے ہیں تو فرمایا وہ کہتے ہیں اس آیت سے ایسا اہمال ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں اصول یہ ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جس دلیل میں احتمال آ جائے وہ دلیل خود باطل ہو جاتی ہے۔ وہ ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان کی یہ دلیل باطل ہے کہ دوسری بے شمار آیات اور احادیث سے جنت اور دوزخ کا باقی رہنا ثابت ہے۔

ہمارے ایک دوست بہت لائق تھے۔ دنیوی علوم میں بھی ماہر تھے۔ الیف اے سے ایم اے تک گولڈ میڈلسٹ تھے پھر دیوبند سے فارغ التحصیل عالم ہوئے۔ آج بھی ایم اے کے کورس میں ان کی فقہی کتابیں رائج ہیں۔ اللہ پاک مغفرت فرمائے فوت ہو چکے ہیں تو انہوں نے مجھ سے ایک دن یہی بات کہی کہ جہنم میں لوگ اپنی سزا پانے کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ لوگوں کو بھی ختم کر دیا جائے گا اور جہنم کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔ تو میں نے کہا قرآن کریم کے تیسویں پارے کی پہلی سورۃ النباء میں فرمان باری تعالیٰ ہے لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا 23 کہ وہاں مدتوں پڑے رہیں گے۔ لفظ احقابا استعمال ہوا ہے۔ حقبہ دراز مدت ہے۔ سو صدیوں کا ایک حقبہ ہوتا ہے۔ سو سال کی ایک صدی ہوتی ہے سو صدی کا ایک حقبہ ہوتا ہے۔ یہ حقبوں کے حساب سے دوزخ میں رہیں گے۔ آگے اللہ نے دلیل یہ دی ہے جب یہ دنیا میں رہے تو انہیں اللہ نے پچاس، ساٹھ، سال، سو سال تک مہلت دی۔ اگر انہیں یہ مہلت بھی حقبوں اور صدیوں کے حساب سے دیتا تو بھی یہ پورا عرصہ کفر ہی کرتے رہتے۔ ان کے توبہ کرنے کی امید نہیں تھی، اگر ہمیشہ کی یا دائمی زندگی دنیا کی مل جاتی تو یہ دائمی کافر ہوتے اس لیے جہنم میں دائمی رہیں گے، ہمیشہ رہیں گے۔ اس پر میرے وہ عالم دوست خاموش ہو گئے۔ قرآن میں جگہ جگہ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ ہمیشہ رہیں کا لفظ موجود ہے۔ تاویلیں کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تاویلیں نہ گھڑی جائیں کہ دوزخ ختم ہو جائے گی۔ یہ کوشش کی جائے کہ اللہ دوزخ سے بچائے۔

استقامت اور اس کے مراتب:

قولہ تعالیٰ: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ھود:112

ترجمہ: تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں۔

"حاصل استقامت کا یہ ہے حقوق خلق و حق کا ادا کرنا اور کثرت کا وحدت میں اور وحدت کا کثرت میں مشاہدہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت اور ہے اور آپ کے اتباع کی اور۔"

فرماتے ہیں حکم دیا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اس پر سیدھے سیدھے اور استقامت کے ساتھ رہیے، تم کر رہیے اور وہ لوگ بھی جو توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استقامت علی الدین شرط ہے، بنیاد ہے تمام منازل قرب کی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں حضرت کے مقامات اتنے ہو گئے ہیں کہ اب انہیں نماز روزے کی ضرورت ہی نہیں یہ باطل ہے۔ بنیاد استقامت علی الدین ہے۔ دین کا اتباع، وحی کا اتباع، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع، یہ بنیاد ہے۔ ایک عمارت اگر سو منزلہ، دو سو منزلہ چلی جاتی ہے اور آپ اس کی بنیاد کھود لیں تو وہ گر جائے گی تو یہ کہنا کہ اس کے مقامات اتنے بلند ہو گئے ہیں اب اسے عبادات کی ضرورت نہیں تو یہ غلط ہے۔ ایک ہمارا جاننے والا بھی ایسا ہے جو نماز روزہ نہیں کرتا تو میرے سامنے تو بات نہیں کرتا۔ ہم میں ملاقات نہیں ہوتی وہ اپنے حجرے سے نہیں نکلتا میں یہاں سے باہر نہیں جاتا۔ بڑا عرصہ ہوا ملاقات ہوئی تھی تو میرے ایک عزیز اس کے پاس گئے تو انہوں نے سوال داغ دیا کہ آپ کو میں نے کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو اسے اس نے بڑا سمجھانے کی کوشش کی کہ نماز تو

منزل تک پہنچنے کے لیے ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، عبادات یہ سیڑھیاں ہیں جو وہاں پہنچ گیا انہیں کیا ضرورت ہے۔ تو اس نے کہا آپ پہنچ گئے آپ کو ضرورت نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے تو کوئی نماز نہیں چھوڑی صحابہ کرامؓ نے تو کوئی نماز نہیں چھوڑی تو اس نے کہا تم بحث کرنا چاہتے ہو، بات سمجھنا نہیں چاہتے۔ چھوڑو اس بات کو یہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ حالانکہ اصل بنیاد اتباع شریعت ہے۔ جہاں بھی غلطی ہوگی اللہ پناہ دے وہ نقصان دہ ثابت ہوگی۔ الا یہ کہ اللہ معاف فرما دیں۔ ہاں استقامت میں فرق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت آپ علیہ السلام کی شان کے مطابق ہے۔ اُمتی کی استقامت اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ لیکن استقامت ضروری ہے۔ استقامت سے مراد ہے کہ دین کا اتباع پورے خلوص اور پوری محنت سے کرے جہاں تک اسے اللہ نے توفیق دی ہے جتنی ہمت ہے اتنی کرے۔

ظالموں کے ساتھ تقرب کی مذمت:

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ ھود:113

ترجمہ: اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے۔

''اس میں مداہنت اور باوجود قدرت کے نکیر نہ کرنا اور ان کی وضع اختیار کرنا اور ان کی تعظیم اور بدون ضرورت شرعیہ کے ان کی مجالست سب اس نہی میں داخل ہو گیا۔ کذافی الروح۔''

قرآن حکیم نے بڑی سخت بات کی ہے۔ حضرتؒ نے تو ترجمہ ہی کیا ہے وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جو ظالم ہیں اللہ کے نافرمان ہیں ان کے ساتھ تعلقات ظاہر نہ رکھو۔ تَرْكَنُوٓا ہوتا ہے جھکاؤ جیسے ہمارے ہاں آج کل لوگ اہل مغرب جیسا لباس پہننا ٹائی وغیرہ لگانا ان جیسا بننے کو سمجھتے ہیں کہ ان کی نظروں میں بھی ہماری عزت قدر رہے گی۔ یہ بھی جھکاؤ کی ایک صورت ہے۔ دوسری صورت جھکاؤ کی یہ ہے کہ ہر بندہ تیار ہے کہ میرا پاسپورٹ بن جائے۔ میں امریکہ چلا جاؤں، برطانیہ چلا جاؤں۔ وہاں دولت بہت ملے گی۔ جب وہاں پہنچ جاتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں کھانے کو حلال نہیں ملتا، بچیوں کو پردہ نہیں کرنے دیتے۔ یہ ساری چیزیں انہیں یہاں بھی پتہ تھیں تو جب پتہ تھا کہ وہاں چار سکے تو زیادہ مل جائیں گے۔ لیکن دین بھی خطرے میں ہوگا، عزت و آبرو بھی خطرے میں ہوگی تو کیوں جاتے ہیں؟ اسی رویے کو حضرتؒ مداہنت کہہ رہے ہیں۔ مداہنت یہی منافقت ہوتی ہے۔ کہ بظاہر ان جیسا بن کر ان کو خوش کرنے کے لیے ایسا رویہ اختیار کرنا، لباس ایسا پہن لینا۔ دوسری بات بغیر قدرت کے نکیر نہ کرنا یعنی جہاں برائی کے خلاف بات کر سکتا ہے وہاں بھی نہ بولنا کہ یہ بندہ ناراض نہ ہو جائے اور تیسری بات ان کی وضع اختیار کرنا، ان جیسا بننا، داڑھی شیو کرنا، مونچھیں کٹانا، ٹائی باندھنا، ان جیسا لباس پہننا اور یہ سمجھنا کہ اس میں میری عزت ہے اور چوتھی بات ان کی تعظیم کرنا۔ ان کو بہت بڑا سمجھنا ان کے آگے بچھ بچھ جانا اور بغیر ضرورت شرعیہ کے ان کی مجالست میں بیٹھنا۔ اس صورت میں اجازت ہے کہ ملکی امور میں ان سے ملنا پڑتا ہے ان کی مجالست کرنا پڑتی ہے۔

ملکہ طاعت سے مادہ معصیت کا اضمحلال:

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۔ ھود:114

ترجمہ: بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو۔

''یعنی انوار طاعت سے ظلمات معصیت دور ہو جاتی ہیں۔ کذافی الروح اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ طاعت کے ملکہ کے غلبہ سے معصیت کا مادہ مضمحل ہو جاوے۔''

یعنی ہر نیکی پر انوارات پیدا ہوتے ہیں اور ہر برائی پر سیاہی اور ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ یا تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ تو فرماتے ہیں نیکیوں کے انوارات برائیوں کی ظلمت کو دور کر دیتے ہیں۔ جب روشنی آتی ہے تاریکی چلی جاتی ہے۔ اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ نیکی کے غلبے سے مزید نیکی کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ بندہ ایک نیکی کرتا ہے اللہ اسے دس اور نیکیاں کرنے کی توفیق ارزاں کر دیتا ہے۔ وہ دس کرتا ہے اسے ہزار کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ جب نیکیوں کی توفیق ارزاں ہوتی ہے تو برائی کا جو جذبہ ہے۔ وہ از خود کمزور پڑنے لگ جاتا ہے کہ یہ دونوں

چیزیں بیک وقت تو نہیں رہ سکتیں۔

خلق کی غایت ظہور صفات ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۔ ھود:119

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے۔

روح میں ہے کہ اس اختلاف کے لیے ان کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کے جمال یعنی لطف اور اس کے جلال یعنی قہر کے مظاہر ہوں اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ حوالہ کے منافی نہیں۔ ایک غایہ تکوینیہ ہے اور ایک غایت تشریعیہ۔"

اس میں ہے کہ ان لوگوں کو اسی کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ یعنی بعض لوگ ازلی سعید ہوتے ہیں اور انہیں سعادت نصیب ہوتی ہے اور بعض لوگ ازلی بدبخت ہوتے ہیں اور وہی کام وہ کرتے ہیں اب مالک کی مرضی جس نے کسی کو کیا استعداد دی ہے اور یہ قاعدہ تکوینیہ ہے۔ تکوینی امور وہ ہوتے ہیں جن کا فیصلہ اللہ کریم فرما دیتے ہیں۔ یعنی جو خداداد عطا ہوتے ہیں اور وہ آیت جو ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ جنوں اور انسانوں کو ہم نے اپنی عبادت کے لیے اور اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔ فرمایا اس کے منافی نہیں کہ وہ چیز تشریعی ہے۔ وہ حکم شریعت کے مطابق ہے کہ ہر کوئی مکلف ہے لیکن جو اللہ کی قدرت ہے اس پر وہ حکم لاگو نہیں ہوتا یعنی تکوین پر لاگو نہیں ہوتا۔

یہ بڑی نازک باتیں ہیں اور یہ اللہ ہی سمجھ دے دے ورنہ ان سے بندہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایک سادہ سی مثال عرض کر دیتا ہوں کہ ایک بندے نے بڑا عالی شان محل بنایا۔ اب اس نے اس میں ایک ہی جگہ کی اینٹیں بھی لگائیں ایک جیسا سیمنٹ بھی لگالیا۔ ایک جیسے فرش بھی لگائے۔ سب قیمتی ہیں۔ ایک کمرے میں وہ خود رہتا ہے اس نے اسے سنوارا۔ ایک اور کمرہ ساتھ ہے اسے بھی بڑا سنوارا ہے اور بڑی اچھی قیمتی چیزیں اس میں لگائی ہیں اور غسل خانہ بھی بنایا تو اب جو اینٹیں غسلخانے میں لگیں یا جو فرش غسل خانے میں لگا اس کا کیا قصور ہے، دوسرے کمرے میں تو وہ خود رہتا ہے اور ایک اس کا مہمان خانہ ہے اور ایک بچوں کا کمرہ ہے۔ سارے سجے سنورے ہیں۔ کہیں اچھے اچھے کھانے ہیں، کسی میں چائے پی جارہی ہے، کسی میں ملاقاتیں ہو رہی ہیں اور غسلخانہ ہے کہ جب کسی کو رفع حاجت ہوتی ہے تو اس میں گھس جاتا ہے۔ یا کسی نے غسل کرنا ہوتا ہے تو اس میں جاتا ہے تو اینٹیں بھی وہی ہیں فرش بھی وہی ہے تو وہ فرش فریاد کرے کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ تو آپ جواب دیں گے کہ وہ مالک ہے اینٹوں پر خرچ اس نے کیا، فرشوں پر خرچ اس نے کیا اس کی مرضی اسے اختیار ہے کہ جس کمرے کو چاہے اپنا مسکن بنائے جسے چاہے مہمان خانہ بنائے اور جسے چاہے باتھ روم بنا دے۔ تو کائنات کا مالک تو حقیقی مالک ہے۔ جو تصرف اللہ اس پر کرتا ہے اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس کی اپنی ملکیت ہے۔ وہ خود خالق ہے تخلیقی طور پر کسی کو بدبخت پیدا کر دیا تو اس کے اختیار میں ہے تخلیقی طور پر کسی کو صالح مزاج دے دیا تو اس کی اپنی عطا ہے۔ اس پر کون اعتراض کرے لیکن یہ باتیں ایسی ہیں جو ایک عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آتیں۔

حکایات صالحین کے جمع کرنے کی اصل:

قولہ تعالیٰ: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ ھود:120

ترجمہ: اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ کے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

"اس میں دلیل ہے کہ مقبولین کے قصص کو قلوب کے تثبیت و تقویت وتنشیط میں خاص اثر اور دخل ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے اولیاء کی حکایات جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔"

قرآن کریم میں فرمایا کہ اے میرے حبیب ﷺ ہم اگلے نبیوں کے قصے آپ کو اس لیے سناتے ہیں کہ آپ کے قلب اطہر کو بھی تقویت ہو۔ فرماتے ہیں اس میں دلیل یہ ہے کہ بزرگان دین کی حکایات پڑھی جائیں تو قلب میں ایک کیفیت قوت کی، استقامت کی اور اطاعت کی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے یہ اہتمام کیا جانا چاہیے کہ بزرگوں کی حکایات جمع کی جائیں۔ (جاری ہے)

ذکر الٰہی ایک باطنی نعمت

مولانا خالد محمود، بہاول پور

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً۔(لقمٰن:21)
اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں۔

(1) حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری اردو، ج9، ص257 پر لکھتے ہیں۔''باطنی نعمتوں سے مراد ہے دل، عقل، باطنی حواس، حسنِ اخلاق، اعتقادِ حق، دل میں صحیح اعتقاد ڈال دینا، گناہوں کی فوری پکڑ نہ ہونا، ملائکہ کے ذریعے مدد پہنچانا، معرفتِ الٰہی کا نور، اللہ اور اس کے رسول سے محبت، رسول کی شفاعت وغیرہ۔''

(2) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ بیان القرآن، ج9، ص22 مسائل السلوک میں لکھتے ہیں: قَالَ الْجُنَیْدُ اَلنِّعَمُ الظَّاھِرَۃُ حُسْنُ الْاَخْلَاقِ وَالنِّعَمُ الْبَاطِنَۃُ اَنْوَاعُ الْمَعَارِفِ۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا: ''ظاہری نعمت حسنِ اخلاق ہے اور باطنی نعمت معرفت (الٰہی) کی اقسام ہیں۔

(3) حضرت موصوف فرماتے ہیں:

چنانچہ نعمتِ باطنہ یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی معرفت عطا فرمائی۔ جس کا فردِ اعظم اسلام ہے اب ذرا انصاف سے بتلایئے کہ اتنے بڑے مجمع میں سے ایسے لوگ کتنے ہیں۔ جنہوں نے کبھی زبان سے یوں کہا ہو کہ اے اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو دعوتِ اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے اسی طرح علم اور حب فی اللہ، بغض فی اللہ، توکل و رضا وغیرہ سب نعمِ باطن ہیں ان پر شکر بہت کم لوگ کرتے ہیں اور یہ حال تو اس پر ہے کہ حق تعالیٰ نے نعمِ باطنہ کی طرف متوجہ بھی فرمایا ہے اگر وہ نعمت کی تقسیم نہ فرماتے تو شاید کوئی بھی ان کی طرف توجہ نہ کرتا۔ الا ماشاء اللہ۔(اشرف التفاسیر، ج3، ص215)

(4) علامہ سید امیر علی ملیح آبادیؒ ''مواہب الرحمٰن''، ج6، ص93 پر لکھتے ہیں:

1۔ نعمت ہائے باطنہ میں معرفت و عقل و قلب و فہم وغیرہ ذالک ہیں۔

2۔ باطنہ وہ نعمتیں ہیں جو آدمی اپنے دل میں پاتا ہے مانند معرفت الٰہی۔

3۔ باطنہ اعمال و اخلاق مذمومہ ہیں جن کو اللہ عزوجل نے بندے کے واسطے لوگوں کی نظر سے مخفی کر دیا ہے۔

4۔ باطنہ آپ ﷺ کی محبت ہے۔

5۔ ایک روایت میں ہے کہا کہ باطنہ تیرے عیوب و بدکاریوں کا پردہ ہے۔(ابن النجار) والدیلمی والبیہقی)

تیسری روایت ہے کہ باطنہ پردہ پوشی عیوب و گناہ ہے (ابن مردویہ)

مترجم کہتا ہے کہ مختلف اقوال میں جو نعمتیں ظاہرہ و باطنہ بیان کی گئی ہیں وہ سب مراد ہو سکتی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ جو نعمتیں کہ بندوں کو نہیں معلوم ہیں وہ بھی داخل ہیں۔''

(5) حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانیؒ ص549 پر لکھتے ہیں۔''باطنی سے روحانی و معادی نعمتیں مراد ہیں گویا پیغمبر بھیجنا، کتاب اتارنا، نیکی کی توفیق دینا سب باطنی نعمتیں ہوں گی واللہ اعلم۔

(6) حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ معارف القرآن، ج5، ص435 پر لکھتے ہیں: ظاہری نعمت صورت ظاہرہ کی درستی کا سبب ہے اور باطنی نعمت سیرت کی درستی کا سبب ہے ظاہری نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں کہ جو حواسِ ظاہری سے محسوس اور مُدرَک جیسے کھانا پینا اور پہننا۔ اور باطنی نعمتوں سے وہ نعمتیں مراد ہیں جو عقل سے دریافت ہوں

جیسے ایمان اور علمِ دین۔

(7) حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن ج 7، ص 47 پر لکھتے ہیں: اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو انسان کے قلب سے متعلق ہوں، جیسے ایمان اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور علم وعقل، حسنِ اخلاق، گناہوں کی پردہ پوشی اور جرائم پر فوری سزا نہ ملنا وغیرہ ہیں۔

(8) حضرت مولانا احمد سعیدؒ تیسیر القرآن و تسہیل القرآن، ج 3، ص 2126 پر لکھتے ہیں: ''باطنی نعمتیں وہ جن کو سمجھنا محض عقل سے ہو یا روحانی نعمتیں مراد ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے حاصل ہوں۔''

(9) حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ ''ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن، ج 15، ص 387 پر لکھتے ہیں: ''باطنی نعمتیں وہ ہیں جو دوسروں کو نظر نہ آئیں ایمان ہے، علم ہے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے یہ نظر نہیں آتیں اور ہیں بڑی نعمتیں۔''

(10) حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین حاشیہ کنزالایمان، ص 490 پر لکھتے ہیں: ''باطنی نعمتوں سے علم معرفت وملکات فاضلہ وغیرہ...... حسن خلق...... رسول اللہ ﷺ کی محبت۔''

(11) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج 3، ص 612 پر لکھتے ہیں: ''علامہ پانی پتیؒ آخر میں فرماتے ہیں وَنُوْرُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ وَنَارُ عِشْقِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَشَفَاعَةُ رَسُوْلِهٖ (مظہری) اور باطنی نعمتوں میں سے سب سے بڑی اللہ کی معرفت کا نور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے عشق کی آتشِ سوزاں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت۔

(12) ''مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ تفسیر ثنائی ج 3، ص 26 پر لکھتے ہیں: ''باطنی وہ ہیں جن کا اثر ہمارے اخلاق اور عادات اور روح پر ہے یہ نعمت حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے تم پر پوری کی ہے کیونکہ نیک عادات کی تعلیم حضرت ہی نے دنیا میں پھیلائی ہے۔''

(13) حضرت مولانا محمد داؤد گوڑ گانویؒ حواشی قرآن، ص 495 پر لکھتے ہیں: ''باطنی وہ ہیں جن کا اثر تمہارے اخلاق وعادات اور روح پر ہے یہ نعمت حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے تم پر پوری کی ہے کیوں کہ نیک عادات کی تعلیم حضرات انبیاء ہی نے دنیا میں پھیلائی ہے۔

''علوم رسالت ظاہری کتاب وسنت وباطنی تزکیۂ نفس ہیں (ص 663)

ان سب حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ معرفت الٰہی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت، حسن اخلاق (اخلاق ونیک عادات) سیرت کی درستی، علم، نیکی کی توفیق باطنی نعمتیں ہیں بقول مولانا محمد داؤد راز تزکیۂ نفس باطنی نعمت ہے۔ مذکورہ سب کچھ تزکیۂ نفس ہی کے ثمرات ہیں۔ اسی تزکیۂ نفس کو فارسی اور اُردو میں تصوف کہتے ہیں۔

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کنوز دل شرح رموز دل میں ذکر قلبی کے متعلق لکھتے ہیں: قلب ایک لطیفۂ ربانی ہے جو اس گوشت کے لوتھڑے کے اندر ہے جس کے بارے ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جسم کے اندر ایک لوتھڑا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سارا بدن درست ہے اور اگر یہ خراب ہے تو سارا بدن خراب ہے۔ جان لو یہ دل ہے۔ اوکما قال ﷺ اس (ذکر قلبی) کے احکام بھی موجود ہیں۔ حتیٰ کہ صاحب تفسیر مظہریؒ نے تو لکھا ہے کہ ذکرِ قلبی کا حصول ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے اور احکام کے لئے صرف دو حوالے پیش کئے ہیں۔

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس روانہ فرماتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔ (طٰہٰ: 42)

یعنی میرے ذکر کی طرف توجہ ثانوی نہ ہو جائے۔

نبی کا ہر ذرہ بدن نہ صرف ذاکر ہوتا ہے بلکہ ذاکر گر ہوتا ہے کہ جو چیز مس ہو جائے ذاکر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا نبی کی شان سے عدم ذکر تو ممکن نہیں ہاں فرعون ایک جابر وظالم حکمران، کرّ وفر، لاؤ لشکر اور شان وشوکت والا دربار اور اپنی خدائی کا دعویدار، اِسے دعوتِ اقرارِ توحید دینا وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں، یہ کام اللہ کا نبیؑ ہی کر سکتا ہے۔ بقیہ صفحہ نمبر 14 پر۔

حکیم محمود احمد ظفر کی کتاب "سیدنا ابوبکر صدیق" سے ماخوذ

مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی

رازدارِ نبوت، سردارِ عشق و محبت، خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال جمادی الاوّل میں ہوا۔ اس شمارے میں آپ کی سیرت مبارکہ سے ایک روشن باب پیش کیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے جزیرہ نما عرب میں پھیل گئی۔ اس خبر کے پھیلتے ہی تمام اسلامی ریاست میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ بغاوت میں سب سے زیادہ زور یمن میں تھا۔ اس علاقہ میں بغاوت کے شعلوں کو ہوا دینے والا اسود عنسی تھا۔ اس کے علاوہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی جیسے لوگ تھے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا کر مملکت اسلامیہ کے خلاف کھڑا کر دیا تھا۔ بغاوت کی یہ خبریں سیدنا ابوبکرؓ کو بھی پہنچ رہی تھیں، لیکن آپ کی یہ رائے تھی کہ بغاوت زدہ علاقوں کے عمال جب تک ان خبروں کی مفصل اور تصدیق شدہ اطلاعات نہیں بھیجیں گے اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ بغاوت چونکہ بڑے پیمانے پر تھی اور بغاوت کی اس تحریک کے پیچھے بڑے بڑے سردار تھے، اس لئے جلد ہی عمال کی طرف سے اطلاعات بھی آنا شروع ہوگئیں جن میں بتایا گیا تھا کہ باغیوں کے ارادے بہت خطرناک ہیں۔ ان ہولناک اطلاعات پر اب سیدنا ابوبکرؓ نے اس فتنے کو ختم کرنے کا عزم کر لیا۔ اس بغاوت نے قریباً پورے ملک کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور بعض قبائل تو مکمل طور پر اسلام سے منحرف ہوگئے اور بعض اسلام پر تو قائم رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ پھر مانعین زکوٰۃ میں بھی دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو مال و دولت ہی کو اصل شے قرار دیتے تھے یعنی سرمایہ دارانہ ذہنیت کے حامل تھے اور اللہ کے راستہ میں ایک پیسہ بھی خرچ کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور دوسرے وہ تھے جو زکوٰۃ کو ڈنڈ اور تاوان سمجھتے تھے۔

مانعین زکوٰۃ کا خیال تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی تک تو زکوٰۃ ادا کرنا درست تھا لیکن آپ کے انتقال کے بعد اہل مدینہ کے مقرر کردہ خلیفہ کا ہم سے زکوٰۃ طلب کرنا بالکل غلط ہے۔ چنانچہ ان دونوں قسم کے لوگوں نے کہہ دیا کہ وہ ابوبکرؓ کو خلیفہ ہی نہیں مانتے اور نہ ہی انہیں زکوٰۃ دیں گے۔ عبس، ذبیان، غطفان، بنوکنانہ اور بنوفزارہ وغیرہ قبائل نے جو مدینہ کے قرب و جوار میں آباد تھے، نے بھی زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سیدنا اسامہؓ کے لشکر کی شام روانگی کے بعد اسلامی ریاست کے لئے ان سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا، اس لئے کہ مدینہ میں لڑائی کے قابل لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اب مسلمانوں کے لئے دو ہی راستے تھے۔ ایک یہ کہ منکرین زکوٰۃ پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے سختی نہ کی جائے دوسرا راستہ یہ تھا کہ ان سے جنگ کی جائے اور زبردستی ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ لیکن یہ راستہ اختیار کرنے میں بہت سی مشکلات تھیں اور سب سے بڑی مشکل اسلامی لشکر کی قلت تھی۔

مدینہ کے گردونواح میں جن قبائل نے زکوٰۃ دینا بند کر دی تھی، ان کا ایک وفد مدینہ طیبہ آیا۔ انہوں نے مختلف صحابہ کرامؓ سے ملاقات کر کے انہیں یہ بتایا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ بعض نے تو بخل کی وجہ سے ایسا کہا، لیکن بعض یہ کہتے تھے کہ ہم زکوٰۃ تو نکالیں گے مگر مدینہ کے خلیفہ کو نہیں دیں گے۔ ان لوگوں کا استدلال یہ تھا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ۔

(اے پیغمبر) آپ ان لوگوں سے صدقہ لیجئے اور انہیں پاک وصاف کر دیجئے اور ان کے لئے سلامتی اور رحمت طلب کیجئے کیونکہ آپ

کی صلوٰۃ ان کے لئے باعث تسکین ہوگی۔

یہ آیت پڑھ کر وہ کہتے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد اب کوئی ایسا نہیں ہے جس کی صلوٰۃ ہمارے لئے باعث تسکین و سکون ہو۔ لہٰذا اب ہم کسی کو زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے کہ قرآن حکیم نے زکوٰۃ کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ:

توخذ من اغنياء هم و ترد الى فقراء هم

زکوٰۃ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔

ہم اگر زکوٰۃ نکالیں گے تو اس کو مدینہ نہیں بھیجیں گے بلکہ اپنے ہاں کے فقراء کو خود تقسیم کر دیں گے۔ اس وفد نے مختلف صحابہ کرامؓ سے انہی آیات سے استدلال کر کے بات چیت کی اور ان سے کہا کہ ہماری یہ بات سیدنا ابوبکرؓ کو پہنچا دی جائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسلامی ریاست سے ہمارا ٹکراؤ ہو لہٰذا ہماری بات مان لی جائے لیکن اگر تسلیم نہ کی گئی تو پھر ہم ہر مزاحمت کا مقابلہ کریں گے۔

(الملل والنحل، جلد 2، ص 66)

اس وقت مدینہ طیبہ کی فوجی لحاظ سے جو پوزیشن تھی، صحابہ کرامؓ کو اس کا بھی علم تھا پھر ان لوگوں کا استدلال بھی کچھ قابل غور و خوض تھا لہٰذا صحابہ کرامؓ ان لوگوں کی گفتگو سے متاثر ہوئے اور بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خلیفہ رسول سیدنا ابوبکرؓ سے کہا کہ ان لوگوں سے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرنا چاہتے، فی الحال کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ یہ لوگ ابھی نئے نئے اسلام لائے ہیں۔ جب اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے گا تو یہ خود بخود زکوٰۃ دینے لگیں گے...... بادی النظر میں یہ مشورہ نہایت اچھا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 2، ص 311)

لیکن جونہی یہ بات انہوں نے بارگاہ خلافت میں پیش کی تو سیدنا ابوبکرؓ نے یہ مشورہ اور تجویز قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی سے بھی جس کو وہ سرکار دو عالم ﷺ کو دیا کرتے تھے، انکار کریں گے میں اس کے لئے ان سے جنگ کروں گا۔ اس کے بعد بڑے جلال آمیز لہجے میں فرمایا: زکوٰۃ مال کا حق ہے (یعنی عبادت ہے) جو لوگ زکوٰۃ اور صلوٰۃ میں فرق پیدا کریں گے، میں ان سے قتال کروں گا۔'' (ترمذی، جلد 2، ص 83)

سیدنا عمرؓ جو اپنی رائے کے اظہار میں بڑے جری اور بے باک تھے، انہوں نے سیدنا ابوبکرؓ کا یہ حتمی لہجہ سن کر کہا: ''اے خلیفہ رسول ان حالات میں منکرین زکوٰۃ کے مقابلہ ایک جنگی محاذ قائم کرنا مسلمانوں کے لئے اذیت ناک بھی ہوگا اور خطرناک بھی۔'' پھر آپ نے اپنے لہجے میں شدت پیدا کر کے کہا:

''آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جبکہ سرکار دو عالم ﷺ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ زبان سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' نہ کہہ دیں۔ لیکن جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہو جائیں گے، مگر ہاں جب ان پر کسی کا حق ہو، اس کے ادا کرنے کا ان سے بہر حال مطالبہ کیا جائے گا۔''

سیدنا عمرؓ نے جب یہ بات سیدنا ابوبکرؓ سے کی اور کی بھی کچھ سخت لہجے میں، تو سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ کی اس بات سے ذرہ برابر متاثر نہ ہوئے اور جواب میں فرمایا:

''عمر! میری بات غور سے سنو، خدا کی قسم جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتے ہیں میں ان سے ہر حال میں قتال کروں گا، نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں چنانچہ قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور پھر قرآن میں ہے کہ ''فان تابو او اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم'' (پس اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تم ان سے کوئی تعرض نہ کرو)

سیدنا ابوبکرؓ کے ان الفاظ کے بارے میں سیدنا عمرؓ اکثر کہا کرتے تھے کہ ''مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے بارے میں سیدنا ابوبکرؓ کو شرح صدر فرما دیا اور صحیح اور درست بات وہی تھی جو سیدنا ابوبکرؓ نے کہی۔''

پھر یہ بھی معلوم ہے کہ بنو ثقیف کا ایک وفد طائف سے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس نے آپ سے کہا تھا کہ ہم

اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ نماز ہمیں معاف کر دی جائے۔ آپ ﷺ نے بڑی سختی کے ساتھ ان کی یہ درخواست رد کر دی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا: "لاخیر فی دین لاصلواۃ فیہ" بھلا وہ دین ہی کیا جس میں نماز نہ ہو۔ پس جس طرح نماز کے بغیر دین کچھ نہیں اسی طرح زکوٰۃ کے بغیر بھی دین باقی نہیں رہتا۔ سیدنا ابوبکرؓ کا فیصلہ درست تھا، اس لئے آپ کی بات سے متاثر ہو کر سیدنا عمرؓ نے کہا "تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔"

بارگاہ خلافت سے مایوسی کا جواب سن کر وفد کے ارکان اپنے اپنے قبائل کی طرف چلے گئے۔ انہیں پتا چل گیا تھا کہ تین ہزار کے قریب تجربہ کار صحابہ کرامؓ جیش اسامہ میں شام چلے گئے ہیں اور اب مدینہ میں بہت تھوڑے سے لوگ رہ گئے جو مدینہ کا دفاع کرنے کے قابل نہیں چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے اپنے قبائل کے جنگجو لوگوں کو اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سیدنا ابوبکرؓ کو بھی پتا چل گیا کہ اب یہ لوگ مدینہ پر حملہ کریں گے۔

ان سرکش قبائل نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ نے ربذہ کے قریب مقام ابرق پر پڑاؤ کیا اور دوسرے نے ذی القصہ کے متصل جو محلہ کے قریب نجد کی راہ پر واقعہ ہے ڈیرہ ڈالا۔ سیدنا ابوبکرؓ کو جب ان لوگوں کی لشکر کشی کا علم ہوا تو انہوں نے اہل مدینہ کو اکٹھا کیا اور انہیں فرمایا:

"بھائیو! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اردگرد دشمن کی فوجیں خیمہ زن ہیں اور انہیں تمہاری کمزوری کا علم ہو گیا ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس وقت تم پر حملہ کر دیں۔ وہ تم سے صرف ایک منزل کے فاصلہ پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اب تک تو انہیں خیال تھا کہ ممکن ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے بارے میں ان کی شرط تسلیم کر لی جائے، لیکن ہم نے ان کی یہ شرط ماننے سے یک قلم انکار کر دیا ہے، لہٰذا وہ تم پر ضرور حملہ کریں گے۔ تم اپنے آپ کو لڑائی کے لئے تیار رکھو۔"

اسی خطاب کے بعد انہوں نے سیدنا علیؓ، سیدنا زبیر بن عوامؓ، سیدنا طلحہ بن عبید اللہؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرکردگی میں مدینہ طیبہ کے مختلف راستوں پر حفاظتی دستے متعین فرما دیئے اور دوسرے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ فوری طور پر مسجد نبوی میں پہنچ جائیں تاکہ ہنگامی صورت حال سے نپٹا جا سکے اور یہ بھی فرمایا کہ ان قبائل کا وفد تمہاری قلت تعداد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گیا ہے اس لئے نہیں معلوم کہ رات کو حملہ کریں یا صبح کو۔ یہ لوگ ہم سے بہت سی توقعات وابستہ کر کے آئے تھے، لیکن ہم نے ان کی توقعات کو پورا نہیں کیا اور ان کی شرائط کو ٹھکرا دیا ہے۔

سیدنا ابوبکرؓ کی بات بالکل صحیح ثابت ہوئی اور وفد کے ارکان کے واپس جانے کے تین روز بعد ان قبائل نے جو طلیحہ اسدی کے زیر اثر تھے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ وہ اس عزم کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے تھے کہ ابوبکرؓ کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیں گے۔ اہل مدینہ نے کچھ لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا کہ وہ ان لوگوں کی نقل و حرکت پر پوری پوری نگاہ رکھیں اور اگر وہ مدینہ کی طرف بڑھنے کا منصوبہ بنائیں تو اس کی فوری طور پر اطلاع دیں۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا علیؓ، سیدنا زبیرؓ، سیدنا طلحہؓ اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کو بتایا کہ وہ مدینہ پر حملہ کا عزم کر چکے ہیں۔ ان حضرات نے سیدنا ابوبکرؓ کو اطلاع دی۔ سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا حکم دیا اور خود یہ کیا کہ اونٹ پر سوار ہو کر مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور ان تمام مسلمانوں کو جو اس وقت مسجد میں موجود تھے اپنے ساتھ اونٹوں پر سوار کر کے غنیم کے مقابلہ کے لئے چل پڑے جو رات کی تاریکی میں اچانک مسلمانوں پر حملہ کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

یہ لوگ نہایت آرام سے سو رہے تھے اور ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ مسلمان ان پر کسی وقت حملہ کر سکتے ہیں، اس لئے مدینہ کی حالت کا وہ اندازہ کر چکے تھے اور انہیں بخوبی علم تھا کہ شہر کی دفاعی حالت نہایت کمزور ہے۔ لیکن جب سیدنا ابوبکرؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان پر اچانک حملہ آور ہو گئے تو وہ اپنے اوسان کھو بیٹھے۔ انہیں پتا نہیں چل رہا تھا کہ اس وقت کیا کریں۔ چنانچہ وہ اپنے خیموں سے نکل کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور "ذوحسی" تک ان کے پیچھے دوڑے۔ مدینہ پر حملہ کرنے والے یہ لوگ اپنے بہت سے لوگوں کو اس نظریہ

سے پیچھے چھوڑ آئے تھے کہ کمک کی صورت میں وہ فوری طور پر پہنچ جائیں گے۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہراوّل دستے واپس بھاگے آرہے ہیں تو یہ تازہ دم لوگ میدان میں نکل آئے۔ ان کو کھڑا دیکھ کر بھاگنے والے لوگ بھی رک گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین کے مابین اچھی خاصی لڑائی شروع ہوگئی جو رات بھر جاری رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ اب مخالفین نے چمڑے کے تھیلے جو ان کے ساتھ تھے، ان میں ہوا بھر کر اور غبارہ کی شکل بنا کر ان میں رسیاں باندھیں اور انہیں اونٹوں کی طرف پھینکنا شروع کردیا۔ مسلمانوں کے اونٹ خوفزدہ ہوکر مدینہ کی طرف بھاگے اور سیدھے مدینہ میں آکر ٹھہرے۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 6، ص 313-311، ابن اثیر، جلد 2، ص 261، فتوح البلدان، ص 101، طبری جلد 2، ص 477)

قبیلہ عبس، ذبیان، بنو کنانہ اور بنو مرہ اور دیگر قبائل کے لوگ نہایت خوش ہوئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے حملہ کو پسپا کردیا ہے اور مسلمان میدان سے بھاگ گئے ہیں، اس لئے اب ان کا حوصلہ بڑھا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی شرط منوائے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ منکرین زکوٰۃ کے بعض قبائل پر مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا جو خلافت صدیقی میں خود خلیفہ رسول ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔

سیدنا ابوبکرؓ نے مدینہ واپس پہنچ کر ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا اور جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ لوگوں کو اکٹھا کیا فوج کو ترتیب دیا۔ فوج کے میمنہ پر نعمان بن مقرن کو، میسرہ پر عبداللہ بن مقرن کو مقرر فرمایا اور عقب ان کے بھائی سوید کے سپرد کیا۔ پوری رات مسلمانوں نے جاگتے گزاری۔ نہ ابوبکرؓ پل بھر کے لئے سوئے اور نہ ہی کوئی دوسرا مسلمان سویا۔ رات کا تیسرا حصہ گزر چکا تھا کہ سیدنا ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف جانے کا عزم فرمایا۔ اس رات دشمن کی فوج پہلی رات سے زیادہ تھی کیونکہ انہوں نے ذی القصہ کو بھی پیغام بھیجا کہ ان کے ساتھ شریک ہوجائیں اور اس فوج کی قیادت ایک روایت کے مطابق طلیحہ اسدی کا بھائی اور دوسری روایت کے مطابق اس کا بیٹا حبال کررہا تھا۔ مسلمان دشمن کے کیمپ پر صبح صادق سے ذرا پہلے پہنچے۔ دیکھا کہ دشمن کل کی مانند دنیا ومافیا سے بے خبر نہایت گہری نیند سو رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دشمن پر اس تیزی سے حملہ کردیا اور ان کی تیز دھار تلواریں تیزی کے ساتھ دشمن کی گردنیں کاٹنے لگیں۔ اس اچانک حملہ سے دشمن بدحواس ہوگیا تھوڑی دیر مقابلہ کیا لیکن دیکھا کہ بھاگنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں۔ چنانچہ وہ بدحواسی میں بھاگے۔ مسلمانوں نے ذوالقصہ تک ان کا تعاقب کیا۔ جب وہ بھاگتے بھاگتے بہت دور چلے گئے اور مسلمانوں نے خیال کیا کہ اب وہ لوٹ کر نہیں آئیں گے تو سیدنا ابوبکرؓ نے لشکر کے میمنہ کے سردار سیدنا نعمان بن مقرنؓ کو ایک دستہ کے ساتھ ذوالقصہ میں چھوڑ کر خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ مسلمانوں کا منکرین زکوٰۃ پر دوسرا حملہ تھا جو سیدنا ابوبکرؓ کی زیر قیادت صبح صادق کے وقت کیا گیا تھا۔ اس حملہ میں کامیابی ہوئی۔ مدینہ میں اس سے خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

عہد صدیقی کی یہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جو مدینہ کے نواح میں سیدنا ابوبکرؓ کی قیادت میں منکرین زکوٰۃ سے لڑی گئی تھی۔ اس میں مسلمان نہایت قلیل تعداد میں تھے اور مخالفین کئی قبائل پر مشتمل تھے، ان میں تین قبائل عبس، ذبیان اور غطفان اس عہد کے مشہور جنگجو قبیلے تھے اور ان کی تعداد بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھے، لیکن حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ بدر کی طرح فتح وظفر مندی سے نوازا اور منکرین زکوٰۃ کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ اس جنگ کے بہت سے دوررس نتائج نکلے اور عہد صدیقی کی اس پہلی جنگی کامیابی نے آئندہ جنگوں اور ان کے کارناموں پر بڑے گہرے اثرات، مرتب کئے۔ مخالف اس سے سہم گئے اور انہیں پتا چل گیا کہ مسلمان اپنی کمزور فوجی حیثیت کے باوجود اتنی زبردست کامیابی حاصل کرسکتے ہیں جس کا مخالف تصور بھی نہیں کرسکتے۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ نے ہمیشہ ہر کام میں حیات طیبہ میں ڈھال لیا تھا۔ انہوں نے ہر معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کو مدنظر رکھا۔ ان کی سختی اور نرمی سب اسلام کے لئے تھی اور اسلام ہی ان کا

مرکزِ عمل تھا۔ ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق حسن سیرۃ سے معمور اور ہر صفحہ نیکی اور صالحیت کا دل آویز آئینہ تھا۔ ان کا رہن سہن، ان کی معاشرت، ان کی معیشت ان کی زندگی کے طور طریقے ان کی گفتار و کردار کی ہر جھلک اطاعت خداوندی اور اتباع محمدی کی مرہون منت تھی۔ وہ نہایت عالی ہمت، مستقل مزاج اور صاحب عزم وثبات تھے۔ اس کا ثبوت انہوں نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر دیا اور ایسا دیا کہ تاریخ کے اوراق پر نقش ہو گیا۔

ایمان لانے کے بعد ان کی پوری زندگی مصائب و آلام میں گزری اور انہوں نے بڑے خوفناک دور دیکھے اور انہیں بارہا کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑا، لیکن کیا مجال جو انہوں نے کبھی پریشانی کا اظہار کیا ہو سوائے غار ثور کے موقع کے جب خود اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں خود تسلی دی "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اس کے علاوہ انہوں نے کبھی پریشانی کا احساس نہیں کیا اور برابر آگے بڑھتے اور منزلوں پر منزلیں طے کرتے چلے گئے اور ہر منزل پر کامیابی و کامرانی نے ان کا استقبال کیا۔

جو منکرین زکوٰۃ ذوالقصہ کے مقام پر سیدنا ابو بکرؓ اور ان کی فوج سے شکست کھا کر بھاگ گئے تھے وہ عبس، غطفان اور ذبیان وغیرہ قبائل کے جنگجو لوگ تھے۔ انہوں نے میدان جنگ میں تو بری طرح شکست کھائی لیکن واپس اپنے قبائل میں جا کر ان لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا جو اسلام پر قائم رہے تھے اور زکوٰۃ وغیرہ باقاعدہ ادا کرتے تھے یعنی اپنی شکست کا انتقام ان بے گناہ لوگوں سے لیا اور وہ بھی دھوکے سے۔ یہ ان کی نہایت ذلیل اور بزدلانہ حرکت تھی جس کا اس معاشرہ میں تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سیدنا ابو بکرؓ کو جب ان کے اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے عزم کر لیا کہ جب تک ان قبائل سے ان بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق کا بدلہ نہیں لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ منکرین زکوٰۃ کے خلاف مسلمانوں کی اس فتح نے مدینہ کی آبرو بچالی۔ اسلام کے ڈگمگاتے قدم سنبھل گئے۔ مرتد قبیلوں میں جو مسلمان گھرے ہوئے تھے ان کے ڈوبتے دلوں کو ایک سہارا ملا۔ ذوالقصہ میں فوجیں چھوڑ کر سیدنا ابو بکرؓ مدینہ لوٹ آئے۔

متحدہ قبائل جو مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے اپنی تازہ شکست سے کچھ ایسے بوکھلائے کہ اپنے اپنے قبیلوں کے مسلمان عربوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑی بے دردی سے انہیں قتل کیا۔ پہلے عبس اور ذبیان نے خون کی ہولی کھیلی پھر دوسرے قبائل نے انہیں قتل کیا۔ ان مظالم کی خبر جب مدینہ پہنچی تو مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ سیدنا ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ مشرکوں کو بے دریغ ماریں گے۔ جتنے مسلمان مارے گئے ہیں اتنے بلکہ اس سے زیادہ مرتد قبائل کے افراد قتل کریں گے۔ (طبری، جلد3، ص224)

اسی اثناء میں سیدنا اسامہ بن زیدؓ بھی اپنی مہم سے کامران وکامیاب واپس مدینہ آگئے۔ سیدنا ابو بکرؓ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے مقام جرف پر ان کا استقبال کیا۔ اب اہل مدینہ بہت خوش تھے اور انہیں یقین تھا کہ منکرین زکوٰۃ کے مقابلہ میں سیدنا اسامہؓ ضرور فوج لے کر جائیں گے۔ لیکن سیدنا ابو بکرؓ نے سیدنا اسامہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور فرمایا: "تم اب آرام کرو" اور خود ایک فوج لے کر ذوالقصہ کی جانب روانگی کا ارادہ کیا تاکہ ان غدار قبائل کو ان کی غداری کی قرار واقعی سزا دے کر بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق کا انتقام لیں۔ صحابہ کرامؓ نے جب سیدنا ابو بکرؓ کا یہ رویہ دیکھا تو پریشان ہو گئے۔ انہوں نے بہت منت وسماجت کی کہ اے خلیفہ رسول ﷺ! آپ بالکل نہ جائیں کسی اور کو سپہ سالار بنا کر اپنی جگہ بھیج دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو جنگ میں کوئی اذیت ناک حادثہ پیش آجائے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم لوگوں کا کوئی نظام باقی نہیں رہے گا۔ آپ کا مدینہ میں رہنا دشمن کے لئے سخت مرعوب کن ہوگا۔ لیکن سیدنا ابو بکرؓ نہ مانے اور فرمایا: "میں پیچھے بالکل نہیں رہنا چاہتا میں نے ہر موقع پر تمہارے ساتھ رہنے کا عزم کر رکھا ہے۔"

سیدنا عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابو بکر صدیقؓ ذوالقصہ کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر اور برہنہ تلوار لے کر نکلے تو سیدنا علیؓ تشریف لائے اور سیدنا ابو بکرؓ کی سواری کی باگ پکڑ کر فرمانے لگے: "اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ بہ نفس نفیس کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو احد کے روز رسول اللہ ﷺ نے آپ کو

فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کریں اور اپنی ذات کے بارے میں ہمیں پریشانی میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت پہنچی تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا۔

(البدایہ النہایہ، جلد 6،ص 315، ریاض النضرۃ فی مناسب العشرہ، جلد 1،ص 130، کنز العمال، جلد 3،ص 142)

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوبکرؓ نے سیدنا علیؓ کی درخواست قبول فرمائی اور خود واپس تشریف لے گئے اور ایک سپہ سالار کی قیادت میں لشکر روانہ کر دیا لیکن طبری وغیرہ میں ہے کہ آپ نے سیدنا علیؓ کی بات بھی نہ مانی اور خود لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے لڑائی میں چلے گئے۔ چنانچہ آپ لشکر کو لے کر ذی حسی اور ذوالقصہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سیدنا ابوبکرؓ انہیں لوگوں کو ساتھ لے کر گئے جو اس سے چند روز قبل ذوالقصہ کی جنگ میں ہمراہ تھے اور جنہوں نے نہایت جرات اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا تھا جب آپ ابرق پہنچے۔ یہاں ان سے مقابلہ کے لئے عرب کے تین مشہور قبیلے موجود تھے، بنو عبس، بنو ذبیان اور بنو بکر۔ یہاں آپ نے اہل ربذہ پر حملہ کیا۔ حارث اور عوف یہاں کے لیڈر تھے ان کو شکست فاش ہوئی۔ بنو عبس اور بنو بکر خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔

سیدنا ابوبکرؓ نے ابرق میں چند روز قیام فرمایا۔ ابرق کے مالک بنو ذبیان تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے ان کو وہاں سے نکال دیا اور فرمایا: ''اب یہاں کی ساری زمین مسلمانوں کی ملکیت میں آگئی ہے۔ آئندہ بھی بنو ذبیان اس پر قبضہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ تمام زمین اللہ نے ہمیں غنیمت میں دی ہے۔ اس کے بعد یہ علاقہ مسلمانوں کے قبضہ ہی میں رہا، لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد حالات معمول پر آگئے تو پہلے مالکان نے ابوبکرؓ سے وہاں آباد ہونے کی اجازت طلب کی، لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔ آپ نے یہاں عبس اور ذبیان نے جن بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا ان سے ان کا انتقام لیا اور فتح و کامرانی کا پھریرا اڑاتے ہوئے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

(طبری، جلد 2،ص 479، البدایہ والنہایہ، جلد 6،ص 316)

اب مدینہ کے قرب و جوار کے وہ تمام قبائل جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا مکمل طور پر شکست کھا چکے تھے۔ یہ قبائل ''اعراب مدینہ'' کہلاتے تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ کی ان کے ساتھ یہ آخری کامیاب جنگ تھی۔ شکست کھانے کے بعد بجائے اس بات کے کہ وہ پکے مسلمان ہو جاتے اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بھی قائل ہو جاتے وہ بوکھلا گئے اور اسلام کی جو مصنوعی نقاب انہوں نے اپنی چہرہ پر ڈال رکھی تھی اس نوچ کر پھینک دیا اور باغی اور کافر لوگوں کے ساتھ جا کر مل گئے اور حروب ارتداد میں ان کے مددگار اور معاون بنے۔ مسلمان ان فتوحات سے نہایت خوش تھے کیونکہ ایک تو لشکر اسامہ مظفر و منصور واپس آگیا تھا۔ دوسرے باغی قبائل شکست کھا گئے تھے اور تیسرے مسلمانوں کو بہ کثرت مال غنیمت ملنے لگا تھا اور ان کی تنگ دستی بڑی حد تک فراغ دستی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ان جنگوں کے اثرات:

یہ دونوں جنگوں (ذوالقصہ اور ابرق کی جنگیں) کے اثرات نہایت اچھے اور خوشگوار رہے اور جس طرح جنگ بدر کی فتح کے بعد اس کے اثرات پورے عرب میں پھیل گئے اور لوگوں پر مسلمانوں کی عظمت اور صولت کا ایک رعب طاری ہو گیا۔ اسی طرح ان دونوں جنگوں کی فتح کے بعد عرب قبائل اور ان کے سربرآوردہ لوگ مسلمانوں سے انتہائی مرعوب ہو گئے اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر مسلمان اپنی کمزور فوجی حیثیت کے باوجود اتنی زبردست کامیابی حاصل کر سکتے ہیں تو مضبوط حیثیت میں تو خدا جانے کیا صورتحال ہو گی۔ چنانچہ ذوالقصہ کی فتح کے بعد مختلف قبائل کے جو سردار مسلمان تھے وہ اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ اس اعتبار سے ایک تو اسلامی ریاست کو تقویت حاصل ہوئی دوسرے یہ بات ثابت ہو گئی کہ باغیوں اور مرتدوں کی کثرت کے باوجود متعدد بیرونی قبائل کے روٴسا پکے اور صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ اس احساس نے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑا دی۔

اس واقعہ کے بعد جو لوگ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں زکوٰۃ جمع کرانے آئے، وہ عرب کے دو نہایت مشہور شخص تھے جو تین عرب قبیلوں کے سردار تھے اور وہ تھے۔

(1) نبی تمیم کے رئیس اور سردار......صفوان

(2) قبیلہ زبرقان اور بنو طے کے رئیس..... عدی بن حاتم

یہ اس دور کے نامور اور مشہور لوگ تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو اہل مدینہ نے ان کی شان کے مطابق انتہائی گرمجوشی اور تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی آمد سے اس اندیشے نے بھی جنم لیا کہ یہ لوگ ہمارے لئے کسی نئے المیے کا سبب نہ بن جائیں، لیکن سیدنا ابوبکرؓ کی مردم شناس نگاہ نے اہل مدینہ کو حوصلہ دیا اور فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ لوگ تمہارے معاون و مددگار ہیں اور ان کی آمد تمہارے لئے باعث مسرت ہے۔ اس نازک ترین عہد میں مسلمانوں کے حوصلوں کو بڑھا وا دینا وقت کا ایک اہم ترین تقاضا تھا کیونکہ جزیرہ نمائے عرب کے اکثر و بیشتر علاقوں میں ارتداد اور بغاوت کی آندھیاں چل رہی تھیں اور ہر جانب خطرات کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کو ہر طرف مصائب ہی مصائب نظر آرہے تھے۔ اس نازک وقت میں مسلمانوں کی ڈھارس بندھانا اور انہیں اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کرنا نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ ان کی حوصلہ افزائی کر کے یہ خدمت بھی انجام دے رہے تھے۔

ان دونوں حضرات کے علاوہ مختلف بیرونی قبائل کے روسا اپنی اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ میں آنا شروع ہو گئے۔ جو حضرات مدینہ کا پہرہ دے رہے تھے ان میں سے ایک، ایک صاحب زکوٰۃ رئیس کو لے کر مدینہ میں آتا تھا تو مسلمان ان کو دیکھ کر کہتے "ھذا نذیر" سیدنا ابوبکر صدیقؓ فوراً فرماتے "نہیں بلکہ وہ بشیر ہے، اسلام کا حامی ہے، دشمن نہیں ہے۔" مدینہ کے لوگ اس کے جواب میں سیدنا ابوبکرؓ سے کہتے: "آپ تو ہمیشہ ہی خیر کی خوشخبری دیتے رہے ہیں۔" (طبری، جلد 2، ص 478)

جو حضرات مدینہ کے پہرہ دار تھے ان کا آنا بظاہر اس بات کی علامت تھا کہ کوئی خطرہ درپیش آگیا ہے اور یہ اپنے ناکہ سے ہٹ کر یہاں مدینہ میں اس کی خبر دینے آئے ہیں، اس لئے مدینہ کے مسلمان فرط مسرت سے ازراہ مزاح ان کو "ھذا نذیر" کہہ کر پکارتے۔

ان جنگوں کے مجموعی اثرات تو نہایت اچھے رہے اور اسلامی ریاست کی دھاک لوگوں کو دلوں پر بیٹھ گئی۔ مدینہ کے قرب و جوار کے قبائل بری طرح شکست کھا چکے تھے اور اب وہاں پوری طرح امن وامان ہو چکا تھا۔ ضدی قبائل کو اب ان پرانے مساکن کو بھی ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنا پڑا تھا جہاں وہ صدیوں سے رہ رہے تھے اور جہاں گردونواح میں ان کا رعب چھایا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے عقل و دانش سے کام نہ لیا۔ اگر وہ خلیفہ رسول ﷺ سے معذرت کر لیتے اور آئندہ اسلام پر قائم رہنے کا یقین دلاتے تو ان کے لئے یہ بات ہر لحاظ سے مفید رہتی۔ لیکن ان لوگوں نے حقیقت سے اغماض برتا اور یہ نہ جانا کہ مدینہ میں مسلمان آباد ہیں۔ وہاں اسلام کے کسی حکم کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں۔ یہی حال مکہ اور طائف کا ہے۔ پھر ان شہروں کے گردونواح میں بسنے والے قبائل بھی اسلام کے ہر حکم پر جان نچھاور کرنے والے اور اس کی پابندی کرنے والے ہیں۔ اس لئے ہم زکوٰۃ نہ دینے کی یہ جو غلطی کر چکے ہیں اس پر اپنے اللہ سے معافی اور خلیفہ رسول سے معذرت کے طالب ہونا چاہیے۔ لیکن انہوں نے واقعات کے ان پہلوؤں پر غور نہ کیا اور اپنی مخالفت پر قائم رہے۔

دنیوی لحاظ سے بھی انہیں اپنے ہم وطنوں اور اپنے علاقہ کے لوگوں کو نہیں چھوڑنا چاہیے تھا لیکن ان لوگوں نے اپنی حماقت کی وجہ سے اپنے ہم وطنوں اور علاقہ کے لوگوں کو چھوڑ کر بنو اسد، بنو عبس اور یمن کے دور دراز لوگوں سے اپنے رابطہ کو استوار کیا۔ سیدنا ابوبکرؓ ان کے اس رویہ سے ذرہ برابر بھی خائف نہ ہوئے اور انہوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے میدان میں اتر کر ہر اس چھوٹے بڑے سوراخ کو جہاں سے بغاوت کے کسی اثر کے ظاہر ہونے کا خطرہ ہو سکتا تھا قطعی طور پر بند کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی دنوں میں یمن کی بغاوت بھی دم توڑ گئی۔ جھوٹے مدعیان نبوت بھی قتل کر دیئے گئے اور ان کے پیروکار بھی مسلمانوں کی تلواروں کا لقمہ بنے اور جن لوگوں نے احکام شریعت سے روگردانی کی تھی انہیں شدید سزاؤں سے دو چار ہونا پڑا۔ تعصب کے بادل چھٹ گئے۔ مصنوعی گھروندے زمین بوس ہو گئے اور ہر سو کفر کا منہ کالا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

کمالِ نسبتِ اویسیہ

قسط نمبر 3

تحریر و تحقیق: نوید اشرف

5۔ بزرگانِ دین کے واقعات

مولانا حسین علیؒ کا مزار امام ربانی پر مراقبہ ۱

"میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے قریب بیٹھا تو آپ نے مجھے مکاشفہ میں فرمایا توحید کا مسئلہ بیان کرنا سلوک کے بلند ترین درجات میں سے ہے"

بلغۃ الحیران مقدمہ۔ص 8

۱ خود کو مولانا حسین علیؒ کے پیروکار اور توحید کے دعویدار کہنے والے حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ مولانا حسین علی توحید کا مسئلہ سمجھنے کیلئے مزار امام ربانیؒ سے اخذ فیض کر رہے ہیں۔

7۔ حضرت ضامن تھانویؒ ۱ کی آیت "اللہ کی راہ میں مرنے والوں کو مردہ نہ کہو" کی تصدیق

"ایک صاحب کشف بزرگ حضرت ضامن تھانویؒ شہید کے مزار پر فاتحہ پڑھنے لگے بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں جب میں فاتحہ پڑھنے لگا مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو پھر لوگوں نے بتایا کہ یہ شہید ہیں"

علماء دیوبند کے واقعات۔ص 138

8۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کا ایام عرس میں قبر مبارک سے چلے جانا

حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میرے شیخ (فضل علی قریشیؒ) عرس کے فوراً بعد مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے مزار پر تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ مراقبہ ہوا تو صاحب مزار کو وہاں نہ پایا۔ قبر مبارک روشن تھی مگر خالی تھی۔ قبر کے چاروں طرف ظلمت تھی۔ کافی دیر بعد جہانیاں جہاں گشت تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی فرمایا میں یہاں نہیں تھا حضور ﷺ کے پاس تین دن سے دربار میں گیا ہوا تھا۔ کیونکہ یہاں عرس کے موقع پر طوائفوں کا رقص وسرود اور میری قبر کے سجدے وغیرہ ہو رہے تھے۔ اور یہاں معصیت کا بازار گرم تھا۔ میں ہر سال عرس کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں قیام کرتا ہوں میں ابھی واپس نہ آتا مگر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ میری امت کا ایک ولی منتظر ہے اس لئے واپس آیا۔

مقامات فضلیہ۔ 43,44

9۔ مولانا یوسف بنوریؒ صاحب کا قبر سے لطائف سیکھنا

مولانا یوسف بنوریؒ ایک نقشبندی کابلی اہل دل شیر آغا کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے اور کئی ماہ تک نقشبندی طریقہ کے مطابق مراقبہ اور دیگر صوفیانہ اشغال میں مشغول رہے۔ پشاور کے پاس ایک بزرگ حضرت عبدالغفورؒ کے مزار پر بیٹھ کر اشغال میں رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ تحدیث نعمت کے طور پر کہ میرے ساتوں کے سات لطائف جاری ہوگئے۔

خدام الدین مولانا بنوری۔ص 69

10۔ حضرت ماں جی خدیجۃ الکبریٰؓ کا مزار مبارک میں نہ ہونا

حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ فرماتے ہیں " حضرت

---

۱ محمد ضامن تھانوی حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دست راست تھے۔ 1897 میں شاملی کے جہاد میں شہید ہوئے۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کے مزار پر گئے ان کے ساتھ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کی قبر بھی ہے۔ دیکھا کہ شیعہ حضرات سیاہ لباس میں ملبوس کافی وہاں جمع ہیں۔ نور بصیرت سے دیکھا کہ دونوں قبریں خالی پڑیں ہیں دونوں حضرات علیین میں چلے گئے ہیں اس کی وجہ شیعہ حضرات کی موجودگی تھی۔

اسرار الحرمین۔ ص66

11۔ حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کو غوث صاحب بھیرہؒ کا اپنی قبر کی نشاندہی سے منع فرمانا۔

حضرت شیخ المکرم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ چوتھا دائرہ مقام تسلیم ہے جہاں مقامات ولایت اولیاء کی انتہا ہے اس دائرے میں ایک ایسی ہستی ملتی ہے۔ جو بھیرہ میں دفن ہیں۔ اپنے زمانے کے غوث تھے ظلماً شہید کیے گئے۔ اب ان کے اوپر آبادی ہے اور مکان بنے ہوئے ہیں یہ بے نوا ایک بار کسی کام سے بھیرہ گیا تو ملاقات اور حاضری نصیب ہوئی فرماتے ہیں کہ ان مکانوں کے رہنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں ان کی عورتیں بدکار ہیں۔ عرض کیا حضرت نشاندہی ہو جائے تو ممکن ہے یہ لوگ جگہ خالی کر دیں تو فرمایا میں ہر صاحب کشف کو بھی اپنی جگہ دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اگر نشاندہی ہوگئی تو دنیا بھر کے بدکار یہاں جمع ہوں گے۔ اس سے یہ چند بہتر ہیں۔

راہ نوردشوق۔ ص128

12۔ ٹرین میں اہل اللہ کی ارواح مقدسہ کا آنا

ایک مرتبہ قبلہ عالم (فضل علی قریشیؒ [1]) ریل گاڑی پر سوار تھے کہ اچانک خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ، حضرت خواجہ بابا فریدؒ کی ارواح طیبہ کا ورود ہوا۔ عجیب کیفیت طاری ہوئی بعض رفیقوں پر بھی اثر ہوا۔

مقامات فضلیہ۔ 42

13۔ خواجہ خان محمدؒ کا مزار امام ربانی پر طویل مراقبہ

حضرت مولانا خان محمدؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی قبر مبارک کے نزدیک پہروں سر جھکائے مراقبے میں رہتے۔ خدا جانے یہ پاکانِ بارگاہ خداوندی یہ برگزیدہ ہستیاں کیا کیا خزانے سمیٹتی ہوں گی۔

تذکرہ خانقاہ سراجیہ۔ 422

14۔ اللہ کے ولی مولانا ابوالسعیدؒ کی توجہ سے عذاب قبر میں تخفیف

حضرت مولانا عبدالستارؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک قبر کے پاس بیٹھ کر مراقبہ کیا اور دیکھا کہ قبر میں مدفون شخص آگ میں جل رہا ہے یہ دیکھ کر پسینہ آگیا اور میرے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت اقدس مولانا ابو السعیدؒ پاس ہی بیٹھے تھے کسی نے میرا مشاہدہ آپ تک پہنچایا۔ حضرت اقدس نے بنفس نفیس وہاں مراقبہ کیا خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور یوں لب کشا ہوئے کہ اللہ کریم نے اس شخص کا نصف عذاب دور کر دیا ہے۔ اب پسماندگان سے کہو قرآن کریم ایصال کریں باقی عذاب بھی ٹل جائے گا۔

تذکرہ خانقاہ سراجیہ۔ ص204

[1] فضل علی قریشیؒ اولاً سید لعل شاہ ہمدانی بلاولؒ (دندہ شاہ بلاول) سے بیعت ہوئے۔ سید لعل شاہ ہمدانیؒ کے وصال کے بعد خواجہ عثمان دامانیؒ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ خواجہ دامانیؒ کی وفات کے بعد خواجہ سراج الدینؒ سے بیعت کی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے خواجہ محمد ابراہیمؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت العلام بحر العلوم مولانا اللہ یار خانؒ فرماتے ہیں "جو آدمی آنہ دو آنہ تصوف لیکر پھر رہے ہیں وہ بھی یقیناً حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ صاحب کی برکت سے برکات یافتہ ہیں"۔ فضل علی قریشیؒ نے 28 نومبر 1935 کو انتقال فرمایا۔ آخری آرام گاہ مسکین پور، ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔

15۔ حضرت شیخ المکرّم مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کی توجہ سے صاحب قبر کو فائدہ

قلزم فیوضات مولانا اللہ یار خانؒ نے اپنے مرید میجر غوث کے ہمراہ ایک رقعہ اپنے شاگرد رشید حضرت شیخ المکرّم کے پاس بھیجا جس میں لکھا تھا" حامل عریضہ اپنے حلقہ میں ہیں گو ایک ماہ سے داخل ہوئے ہیں۔ ان کا والد فوت ہو گیا ہے میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہے اس وقت سے سخت پریشان ہیں آپ دو تین گھنٹہ ان کو وقت دیں اور لطائف کرائیں"

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا رقعہ ملتے ہی حضرت امیر المکرّم اسی رات جوہر آباد پہنچے اور قبرستان گئے ان کی آمد پر جنات قبرستان سے نکل گئے کہ یہ کون سی مخلوق آگئی جن کے سینوں سے روشنی نکل رہی ہے۔ قبر پر القاء کیا اندھیرا دور ہوا تو بولنے کی سکت آئی، لطائف کروائے اور میجر غوث کو تشفی دی۔ خوش قسمت ہوان کے پاس رائی برابر ایمان تھا اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

حیاتِ طیبہ۔ ص363

16۔ حضرت لاہوریؒ کی برکت سے قبرستان سے عذاب اٹھا لیا گیا

حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے تیسرے روز آپؒ کے خلیفہ مجاز نے آپؒ کی قبر اطہر کی حاضری دی اور آپؒ کے ارشاد کردہ طریقہ کے مطابق مراقبہ میں بیٹھ گیا عین استغراق و انہاک کے عالم میں حضرت والا مقام کی زیارت نصیب ہوئی چہرہ انور پر مسرت وانبساط کے انوار برس رہے تھے۔ صاحب واقعہ کہتے ہیں کہ میں نے سلام کے بعد عرض کیا پروردگار عالم سے کیسے ملاقات ہوئی تو آپؒ نے فرمایا کہ میں نے پروردگار عالم کو بہت بڑا شفیق و رحیم پایا۔ فرمایا اللہ نے مجھ سے سوال کیا کہ تم ہمارے لئے اس قدر ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہے میں نے عرض کیا یا اللہ آپ کے خوف سے تو اللہ نے فرمایا کہ اگر میں نے تم کو بخشانہ ہوتا تو تم پر اس قدر ظاہری و باطنی ذمہ داریاں نہ ڈالی جاتیں۔ نیز فرمایا پروردگار کی مجھ پر خاص عنایت ہوئی کہ مجھ سے کہا گیا کہ ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر میانی صاحب کے تمام گنہگار صاحب ایمان اہل قبور سے عذاب اٹھا لیا۔

کتاب الحسنات۔ ص58

کچھ واقعات ضمناً نقل کر دئے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ زندہ سے میت کو اور صاحب قبر سے زندہ کو فیض باطنی مل سکتا ہے اور اجماعی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا لیکن اس کیلئے استعداد شرط ہے۔

روحانی بیعت

گزشتہ ابواب میں یہ بات ہو چکی ہے کہ نسبت اویسیہ اور اخذ فیض از قبور اجماعی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اہل اللہ سے ملنے والا فیض حقیقت میں فیضِ محمدی ﷺ ہے جس کا منبع قلب اطہر ﷺ ہے۔ تصوف وسلوک کے منازل میں فنافی الرسول ایک مقام ہے جہاں پر نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر روحانی بیعت ہوتی ہے اور سالک راہ سلوک کا سفر طے کرنا شروع کرتا ہے۔ لیکن یہ بیعت اس عالم آب وگل کی نہیں۔

مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں

"مراقبہ اور یکسوئی کی مشق سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس مراقبہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہو جائے اور اسی حالت میں بیعت سے بھی مشرف ہو جائے۔ مگر اس بیعت کا وہ حال وحکم نہیں جو نبی کریم ﷺ کی حیٰوۃ طیبہ میں بیعت کا حکم ہے" (فتاویٰ محمودیہ۔ ج4۔ ص380)

"یہ بیعت اس عالم کی نہیں ہوگی اور نہ اس کی اجازت اس عالم کی ہوگی نہ اس پر وہ ثمرات مرتب ہوں گے جو اس عالم کی بیعت پر ہوتے ہیں" جامع الفتاویٰ

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

"سید احمد رفاعیؒ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا السلام علیکم یا جدی جواب مسموع ہوا وعلیکم السلام یا ولدی اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار شعر زبان پر جاری ہوا بس فوراً قبر شریف

سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے۔

اشرف الجواب۔ص 155

علامہ محمود آلوسی اپنی شہرہ آفاق تصنیف روح المعانی میں لکھتے ہیں

"ایک شخص نے شیخ ابو العباس المرسیؒ سے عرض کیا حضور آپ اس ہاتھ سے میرے ساتھ بھی مصافحہ کیجئے کیونکہ آپ نے کئی اہل اللہ کی ملاقات کی ہے اور بڑے شہر پھرے ہیں۔فرمایا میں نے اس ہاتھ سے کبھی کسی سے مصافحہ نہیں کیا جس سے رسول کریم ﷺ سے مصافحہ کیا"

روح المعانی۔ص 22,36 بحوالہ عقائد وکمالات علمائے دیو بند

روحانی بیعت بطور خرق عادت یا کرامت کے ہوتی ہے نیز اس کے لئے کسی زندہ مرشد کامل کا ہونا بھی بہت ضروری ہے جو کہ اس فن کا ماہر ہو ور حقیقت سلوک سے آشنا ہو۔امت محمدیہ ﷺ میں ہزاروں لوگ ایسے گزرے ہیں جو اس نعمت کے حامل تھے اور آج بھی بطور خرق عادت سینکڑوں لوگ اس نعمت سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔کرامت اور خرق عادت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور یہ بھی اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں

" کرامت خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردّد کی بات نہیں اس کا انکار گناہ ہے۔ کہ انکار کرامت کا ہوتا ہے اور کرامت کا حق ہونا عقیدہ اجماع اہل سنت کا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ۔ص 246

ذیل میں کچھ مقبولان بارگاہ جو روحانی بیعت کی سعادت سے سرفراز ہوئے ان کا احوال درج کیا جاتا ہے۔شاہ عبد الرحیمؒ والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

"اس فقیر کو عالم ارواح میں آنخضرت ﷺ کی روح پر فتوح سے اجازت ہے"(رسائل شاہ عبد الرحیم دہلوی۔ص 178۔مکتوب نمبر 14)

امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی" اپنے والد محترم کے متعلق فرماتے ہیں

"میرے والد گرامی نے باطنی طور پر آنخضرت ﷺ سے آداب طریقت سیکھے اور وہ اس طرح کہ انہوں نے خواب میں آنخضور ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ سے بیعت ہوئے" (رسائل شاہ ولی اللہ)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

"میں نے اپنے والد گرامی سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنخضور ﷺ سے بیعت کی۔آپ ﷺ نے میرے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں میں کر لئے"

القول الجمیل فی بیان سواء السبیل

روحانی بیعت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے شاہ جیؒ لکھتے ہیں میرے والد گرامی اور خود مجھے آنخضور ﷺ سے خواب میں جو بیعت کی صورت دکھائی گئی وہ مصافحہ ہے" (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

اپنی روحانی بیعت کا احوال شاہ جیؒ ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں

"روحانی طور پر مجھے بیعت،صحبت،خرقہ پوشی،توجہ اور تلقین کا تعلق آنخضرت ﷺ کی ذات گرامی سے حاصل ہے۔مزید فرماتے ہیں آنخضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے مراقبہ سے سر اٹھایا اور اشارہ کرتے ہوئے دونوں ہاتھ بیعت اور مصافحہ کے لئے بڑھا دیئے۔میں اٹھا اور اپنے زانو آپ ﷺ کے زانو کے ساتھ ملا کر مودب ہو گیا۔اور اپنے دونوں ہاتھ آنخضرت ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں دے کر بیعت کی۔بیعت کے بعد آنخضرت ﷺ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں میں بھی اپنی آنکھیں بند کر کے آپ ﷺ کے حضور متوجہ ہو گیا۔آپ ﷺ نے وہی نسبت فرمائی جس کا علم آپ ﷺ مجھے دے چکے تھے۔چنانچہ اسی نسبت کے فیضان کی وجہ سے میں نے علم کا احاطہ کر لیا۔خدا جانتا ہے اس سارے معاملہ میں کوئی کلمہ کلام نہیں ہوا یہ سارا روحانی فیضان تھا جو ارشاد اور عمل کے ذریعے عطا ہوا۔(جاری ہے)

آج کل کے زمانے میں جہاں بھی علم کی بات ہوتی ہے، Scientific technology کی بات ہوتی ہے۔ Human advancement کی بات ہوتی ہے تو سب کی نظریں مغربی دنیا کی طرف اٹھتی ہیں۔ چند exceptions کو چھوڑ کے، استثنائی افراد کو چھوڑ کے مجموعی طور پر جہاں مسلمان کی بات آتی ہے تو ذہن میں خصوصاً west میں یہی تصور اٹھتا ہے کہ دقیانوسی قسم کے لوگ، دہشت گرد، علوم سے بے بہرہ، دھوکے باز اور اس قسم کے تمام منفی القاب ذہن میں ابھرنے لگتے ہیں۔

اس حقیقت کو سامنے لانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے خصوصاً ہماری نئی نسل کے۔ یہ جو ترقی اور Technology آج ہم مغرب میں دیکھ رہے ہیں یہ اس عمارت کو انہوں نے بڑھایا ہے جس کی بنیادیں اور ستون عہد زریں کے مسلمان تعمیر کر کے گئے تھے۔ اس زمانے کو مورخین مختلف ناموں سے پکارتے ہیں جیسے Arab science in the Golden age,Muslim glorious era Golden Era of Muslim Ummah. اور یہ بات صرف مسلمانوں کی تاریخ میں ہی نہیں۔ بلکہ یورپین مورخین خود لکھتے ہیں۔

افسوس آج ہمارے ساتھ بدامنی، دہشت گردی، بنیاد پرستی جیسے لقب لگائے جاتے ہیں جبکہ عہد زریں میں مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کا یہ عالم تھا کہ H.G wells لکھتا ہے:

"Islam created a society more free from widespread cruelty and social oppression than any socioty had been in the. world before" وہ کہتے ہیں کہ انسانی ترقی میں کسی اور کا اتنا ہاتھ نہیں ہے جتنا عرب اور عربی بولنے والے لوگوں کا ہے۔

ان لوگوں کا کمال یہ تھا کہ وہ ایک فرد کسی ایک شعبے کا ہی ماہر نہ تھا۔ بلکہ کئی شعبوں کے Specialists ہوتے تھے وہ سائنس کا شعبہ ہو، معاشرت ہو، Law،industry،Economics، Philosophy،cosmology،agriculture ہو۔ غرض کوئی موضوع ان کی دسترس سے باہر نہیں تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں مسلمان Super power کہلاتے تھے اور اس وقت یورپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہسٹری میں وہ اپنے اس وقت کو dark ages لکھتے ہیں۔ وہ اس کے متعلق کہتے ہیں۔

For 800 years, during the period when the greater part of Europe was submerged in the dark ages this karanic culture produced the most brilliant scientific progress and the greatest material prosperity that had ever been known to Men.

سچی گواہی تو وہ ہوتی ہے نا جو مخالف دیتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں یہ عہد زریں کب اور کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کس وجہ سے کہلاتا ہے۔

عہد زریں کی ابتداء ہوئی تھی جزیرہ نمائے عرب سے جہاں ہمارے پیارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے۔ دین اسلام، اللہ کی کتاب اور اللہ کے نظامِ حیات کی طرف قبائل عرب کو دعوت دی۔ ان کو متحد کیا۔ ان

کی ظاہری اور باطنی اصلاح فرمائی اور جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کی پہلی Islamic state وجود میں آئی۔

یہ ریاست آپ ﷺ کے ارشاد "العلم علمان: علم الابدان وعلم الادیان" کا منہ بولتا ثبوت اور آنے والے تمام ادوار کے لئے مثالی نمونہ ہیں۔ آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے 10 سال بعد ہی معلوم دنیا کا بیشتر حصہ جنوبی یورپ سے شمالی افریقہ، وسطی ایشیا سے ہندوستان کی سرحدوں تک کا علاقہ مسلمانوں کے زیرنگیں آچکا تھا۔ یہ golden era حضور ﷺ کی آمد سے ہی شروع ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں اس کے طور طریقے وضع فرما کر دنیا سے پردہ فرما گئے تو اس روشنی اور نور کو لے کر ان ﷺ کے پیروکار جان نثار صحابہؓ کرام آگے بڑھے۔ یہاں بہت قابل ذکر بات ہے کہ مسلمان کے سرحدوں کی تیزی سے پھیلنے کی وجہ تلوار ہرگز نہ تھی بلکہ وجہ علم کی روشنی جو ان کی سیرت و کردار میں جھلکتا تھا۔

اسلام کے ابتدائی دنوں میں ہی حصولِ علم کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی تھی اور علم حاصل کرنا ان کی پہلی ترجیح ہوتا تھا کیونکہ سب سے پہلے الفاظ جو قرآن میں بذریعہ وحی ہمارے پیارے نبیؐ پر اتارے گئے وہ تھے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ...... Read in the name of thy Rabb. اور تب سے علم حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے فرض ہوگیا۔ پھر حدیث پاک میں بھی اس بات کو reinforce کیا گیا۔ ارشاد عالی ﷺ ہے۔ "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے۔" جب علوم حاصل کرنے کا ایسا راست حکم ملا تو مسلمانوں نے علم اور اپنے نظام تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ ان کی بنیاد قرآن، حدیث اور سنت تھی۔ مگر انہوں نے ماضی کے تمام یونانی، ایرانی، لاطینی اور رومی علوم کو پڑھا مزید تحقیق کی اور یوں نئی ایجادات کیں اور اسلامی دنیا کا تابناک مستقبل تعمیر کیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ماضی کے علوم پڑھ کر انہوں نے خود کو ان کی تہذیب میں نہیں ڈھالا بلکہ ان کو اسلام کے framework میں فٹ کر کے، لے کر آگے چلے۔

golden Islamic Civilization کے Pioneers خلفائے راشدین ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے مختصر 2 سالہ دور میں ریاست کو مستحکم کیا۔ Smooth governance کی بنیاد رکھی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے 10 سالہ دور میں حکومت چلانے کے طریقے وضع کئے گئے۔ ریاست میں اضلاع بنائے گئے۔ آج کل ہم National Accountibility Bureau (NAB) کی بات بہت سنتے ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ جو گورنر مقرر کرتے ان کی کارکردگی کی خود نگرانی فرماتے۔ اوّل تو بڑی سخت ہدایات کے ساتھ اس کی تقرری کی جاتی تھی۔ وہ گورنر اگر رشوت تو ایک طرف ہدیہ بھی قبول کرتا یا غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتا تو برطرف کر دیا جاتا یا پھر اس کی سخت سرزنش کی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فلاحی ریاست قائم کی۔ اس نظام کو مغرب نے صدیوں بعد رائج کیا۔ ان کا بنایا ہوا نظام قانون ابھی تک انگلستان اور Scandinavia کے قانونی دستاویزات میں Umar's law کے نام سے موجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک وہاں عدل، انصاف اور معاشی آسودگی نہ ہو۔ اس کے لئے انہوں نے بیت المال قائم کیا۔ اس میں سے صرف مسلمانوں کی ہی نہیں غیر مسلموں کی بھی مدد کی جاتی تھی۔ Orphan's Benefit fund, Widow's Pension fund سے بیوہ اور یتیم بچوں کی امداد ہوتی اور یہ نظام صدیوں تک چلتا رہا۔ حضرت عثمانؓ نے ریاست کے تمام علاقوں میں آزاد تجارت کی اجازت دی تاکہ Commerce کو فروغ ملے۔ انہوں نے بہت اہم کام کیا کہ قرآن کے تمام نسخوں کو یکجا کر کے ان پر اعراب لگوائے اور ایک dialect میں مرتب کیا۔ ان کا یہ عمل بہت بڑی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ بنیاد بنا تھا ایک نئی زبان کا جو آگے چل کر سائنس کی بین الاقوامی زبان ثابت ہوئی اور صدیوں تک بنی رہی۔

آج ہم برداشت کی بات کرتے ہیں معاشرے میں۔ اس دور

میں Racial Equality کا یہ عالم تھا کہ عیسائی اور یہودی اپنے اپنے قانون کے تحت اپنے تنازعات کو حل کرتے اور ان کے اپنے Judge ہوتے۔ ان سے ان کی املاک کی حفاظت کے لئے تھوڑا سا ٹیکس لیا جاتا۔ اور جو واقعی اسلامی حکومت کے تحت زیادہ محفوظ تھیں۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور پھر حضرت معاویہؓ کے دور میں مسلمان ریاست میں مزید توسیع ہوئی۔

تمام مسلمان دنیا کے لئے ایک currency کا اجرا کیا گیا (جیسے آج کل Euro ہے) زراعت نے بے انتہا ترقی پائی۔ دنیا کا سب سے مضبوط بحری بیڑہ Navy مسلمانوں کی تھی۔

اموی دورِ حکومت اور پھر عباسی خلافت میں بھی اس طرح اتنی Vibrant scientific activity ہوئی تھی کہ مغربی مورخ لکھتا ہے:

"Muslims were on the forefront of almost all sciences, making new discoveries and building on old ones."

اس سب کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بنیاد دینِ اسلام اور حکومتی ادارے، خلافت کے ماتحت قانون، تعلیم، فوج، سماجی علوم اور سائنس آپس میں باہم مربوط اور جڑے ہوتے تھے۔ مزے کی بات ہے کہ عہدِ زریں میں سپین کا ایک حکمران ہونے کے ساتھ اعلیٰ پائے کا عالم دین بھی تھا اور علوم فلکیات پر تحقیق بھی کر رہا تھا۔ یعنی سائنس دان بھی تھا۔

جب سائنس کی بات آتی ہے تو ابن سینا، ابن الہیثم، ابن خلدون، البتانی اور الفارابی جیسے دیو قامت شخصیات کے نام ذہن میں ابھرتے ہیں۔ یہ ایک ایک فرد متعدد شعبوں کا ماہر تھا اور بیرون ملک سے عیسائی Scholar ان سے سیکھنے آتے تھے۔

ابو ریحان البیرونی متعدد علوم کے ماہر تھے۔ جیسے تاریخ، طبیعات، ریاضی، فلکیات اور لسانی علوم۔ انہوں نے تحقیق کی کہ زمین کس طرح اپنے محور پر چکر لگاتی ہے۔ ہزاروں شہروں کے طول بلد اور عرض بلد انہوں نے درج کیے۔

ان لوگوں کی ترقی کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے دنیا کی مختلف زبانوں جیسے یونانی، لاطینی اور چینی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ تمام ایجادات اور نئے فکر کی کتابیں اب عربی زبان میں دستیاب تھیں۔

کاغذ کا استعمال شروع کیا گیا جس سے یورپ ابھی واقف ہی نہیں تھا۔ شہر کی ہر گلی میں کتابوں کی دکانیں ہوتیں اور سینکڑوں libraries ہر شہر میں موجود ہوتیں۔ Education تعلیم کے میدان میں پیش پیش بلکہ تعلیم کے میدان کے استاد، برہان الدین اززرنوجی جنہوں نے معرکتہ آرا کتابچہ لکھا: Ta'limat Muta'llam-Tareeg at Ta'llum"

ترجمہ: teaching the learner the method of learning. یہ کتاب Education- Teaching اور Teaching methods کے متعلق ہے۔

ان کو "Father of Modern Theories of Teaching" کہا جاتا ہے۔ آج بھی اساتذہ اس کتاب کو would-be ٹیچرز کو پڑھاتے ہیں۔

Economics وہ موضوع ہے جو آج کے دور کا Hot issue ہے۔ ابن خلدون سے لوگ کیوں استفادہ نہیں کرتے جنہیں Father of Economics کا لقب دیا گیا ہے۔ 2006ء میں سپین میں ان کی لکھی ہوئی کتاب ایک Forum میں پڑھی گئی تھی جس میں labour-production Supply and demand...... Tax system پر تفصیلی بحث ہے اور آج کل کے Economists کی راہ نمائی کرتی ہے۔ Medicine: مسلمانوں نے اپنے دین سے سیکھا حدیث پاک ہے: کُلُّ دَآءٍ دواءٌ۔

ترجمہ: ہر بیماری کی ایک دوا ہے۔ اس حدیث پاک نے مسلمانوں کو طبی علوم میں تحقیق کرنے کا incentive دیا اور پھر طب کے میدان میں ابن سینا نے عظیم کارنامے انجام دیئے۔ ان کی تصنیف "القانون فی الطب" Canon of Medicine کے نام سے

یورپ کے میڈیکل کالجز میں 500 سال تک پڑھائی جاتی رہی۔ اس میں سب وہی ہدایات ملتی ہیں جو ڈاکٹرز ہمیں آج بھی دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ابن سینا فلاسفر بھی تھے ان کو منطق، طبیعات، ریاضی، شعروشاعری اور ماورائے طبیعات، نفسیات جیسے متعدد موضوعات پر دسترس تھی۔ دنیوی علوم کے ساتھ اپنے دین کے ساتھ ان کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ ایک واقعہ ملتا وہ نوجوانی کے زمانے میں ارسطو کی ماورائے طبیعات پڑھ رہے تھے۔ اور دوسیر فلاسفی کی کتب بھی۔ مگر ان کو سمجھنے میں رکاوٹ پیش آئی۔ جب کبھی ایسا ہوتا تو کتابیں چھوڑ کر وضو کرتے، مسجد جاتے اور نوافل پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے حتیٰ کہ اللہ کریم وہ عقدہ ان پر کھول دیتے۔ وہ اللہ کا شکرادا کرتے اور مستحقین میں صدقہ کردیتے۔

. میڈیکل سائنس کو ایک اور دیو قامت شخصیت تھے جابر ابن حیان۔ جن کی Contribution اس میدان میں اتنی ہے کہ انہیں بابائے کیمیا کہا جاتا ہے۔

ہم اپنے سکولوں میں بچوں کو Newton پڑھاتے ہیں۔ مگر تحقیق بتاتی ہے کہ نیوٹن کی ساری تحقیق کی بنیاد تھی ان سے 700 قبل مسیحی مسلمانوں کے عہدزریں کی شخصیت ابن الہیثم ان کی کتاب ''کتاب المناظر'' Book of optics، آنکھ، روشنی lenses، reflection of light کے موضوع پر ہے۔ اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور پڑھایا گیا۔ 1000 سال بعد تک محققین اس سے استفادہ حاصل کرتے رہے اور یہ پڑھائی جاتی رہی۔

الزہراوی کو ''بابائے جراحت'' کہا جاتا ہے ان کی کتاب ''التصریف'' سرجری کے اوپر ایک مفصل کتاب ہے۔ اس کتاب میں diagram کے ساتھ Surgical instruments کو سمجھایا گیا ہے جس میں آج تک استعمال ہونے والے شامل ہیں جیسے Obstetric devices (بچے کی پیدائش میں استعمال ہونے والے) Catheter، آج کل کے surgical instruments اس کے Pattern پر بنے ہیں۔

جسم کے اندر لگنے والے Stitches جو خود بخود مندمل ہوجاتے ہیں انہوں نے دریافت کئے۔ ان کی کتاب میں دماغ کے آپریشن کا diagram بھی ملتا ہے۔

ہمیں اس زمانے میں Rescue 1122 یا امریکہ کا 9/11 بہت متاثر کرتا ہے جبکہ اس دور میں جنگ کے زخمیوں کے لئے اور دوردراز علاقوں میں طبی سہولیات پہنچانے کے لئے mobile hospitals عام تھے۔

ایک اور نام محمد ابن ذکریا الرازی۔ ان کی بیالوجی، کیمسٹری، فلاسفی اور میڈیسن پر 200 سے زائد تصانیف ہیں انہوں نے Smallpox اور measles میں فرق کی نشاندہی کی۔ وہ Contagious disease کے ماہر تھے۔

بچوں کی امراض کے specialist تھے انہیں Father of pediatrics کہا جاتا ہے۔ تاریخ کے صفحوں پر۔

طب کے ساتھ ساتھ ادویہ سازی کے میدان میں بھی major development ہوئی۔ عرب pharmacology کا اثر صدیوں تک یورپ میں رہا۔ آج تک جو terms استعمال ہوتی ہیں- alcohol-exlixirdrug-aldehydes ان سب الفاظ اور بہت سے دوسروں کی عربی origin ہے۔

مسلم engineering کی بات ہو تو الجازری کا نام آتا ہے انہوں نے "Mechanical engineering encyclopedia تحریر کی ہے جس کی بنیاد پر آج کل کی مشین بن رہی ہیں۔ انہوں نے سینکڑوں حیرت انگیز water raising devices ایجاد کیں "Muslim scientific inventions" کے موضوع پر ایک ڈوکومنٹری فلم ہسٹری چینل پر چل رہی تھی جس میں انگریز کہہ رہا تھا "Modern world would have been very very different if Islamic modern civilization was not there." (جاری ہے)

خواتین کا صفحہ

حضرت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام فاران، راولپنڈی

نام ونسب:۔ نام زینبؓ تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

والدہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ حضرت زینبؓ بعثتِ نبوی ﷺ سے دس برس پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ (سیرت صحابیات)

قبول اسلام: جب رسول اللہ ﷺ منصب رسالت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ اسی وقت ایمان لے آئیں۔

نکاح: حضرت زینبؓ کی شادی کمسنی میں ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص (لقیط) بن ربیع سے ہوئی۔ (سیر الصحابیات وتذکار صحابیات)

حضرت ابوالعاص کی شرافت:

بعثت نبوی ﷺ کے بعد کفار مکہ نے سرور کائنات اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ، ابولہب کے دو بیٹوں کے نکاح میں تھیں تاہم ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اُن دونوں نے اپنے باپ کے کہنے پر دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ ابوالعاصؓ کو بھی کفار نے بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور بدستور حضرت زینبؓ سے اچھا سلوک کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طرز عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔

☆ **قبول اسلام میں تاخیر:** باوجود شرافت اور نیک نفسی کے حضرات ابوالعاصؓ نے اپنا آبائی دین ترک نہ کیا حتیٰ کہ حضور ﷺ مکہ ہجرت کر گئے۔ آپ ﷺ کے اہل وعیال ابھی مکہ ہی میں تھے اور حضرت زینبؓ بدستور اپنے سسرال میں رہیں۔

☆ **غزوہ بدر میں ابوالعاص کی گرفتاری:**

رمضان المبارک 2 ہجری میں حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے میدان میں ہوا۔ ابوالعاص غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے۔ ایک انصاری صحابیؓ عبداللہ بن جبیر نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں زرفدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمر بن ربیع کے ہاتھ یمنی عقیق کا ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا۔ یہ ہار انہیں حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت دیا تھا۔

حضور ﷺ کی خدمت میں جب یہ ہار پیش کیا گیا۔ تو حضور ﷺ بہت مغموم ہوئے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے کیونکہ اس ہار سے خاتون اسلام حضرت خدیجہؓ کی یاد وابستہ تھی۔

☆ **رہائی کا فدیہ:** رسول ﷺ نے صحابہ کو مخاطب ہوکر فرمایا: ''اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دوں یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاصؓ کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو فوراً مدینہ بھیج دیں۔'' تمام صحابہ کرامؓ نے ارشادِ نبوی ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ حضرت ابوالعاصؓ نے بھی یہ شرط قبول کر لی۔ اور رہا ہو کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ (طبقات، ج9، ص20)

وعدہ کی پاسداری: رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھیجا تاکہ وہ بطن یاجج کے مقام پر ٹھہر کر انتظار کریں۔ جب حضرت زینبؓ وہاں پہنچیں تو انہیں لے کر مدینہ آجائیں۔

حضرت ابوالعاصؓ نے وعدہ کے مطابق اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ حضرت زینبؓ کو مکہ روانہ کر دیا۔ کفار کو اس کی اطلاع ہوگئی کہ

حضور ﷺ کی صاحبزادی مدینہ جارہی ہیں تو انہوں نے کنانہ بن ربیع اور حضرت زینبؓ کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' میں انہیں جا گھیرا۔ کفار نے اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے نیزہ گھمایا اور حضرت زینبؓ اونٹ سے گر پڑیں۔ اس وقت وہ حاملہ تھیں۔ سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہوگیا۔ کنانہ نے غضب ناک ہوکر اپنے تیر نکالے اور ترکش پر چڑھا کر للکارا'' خبردار! کوئی آگے بڑھا تو میں تیروں سے چھلنی کردوں گا۔'' کفار رُک گئے۔ ابوسفیانؓ بھی ان میں شامل تھے۔ انہوں نے کہا'' بھتیجے میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، اپنے تیروں کو روک لو۔'' کنانہ نے تیر ترکش میں رکھ لئے۔ ابوسفیانؓ نے ان کے پاس جا کر کہا'' محمد ﷺ کے ہاتھوں ہمیں جو رسوائی ہوئی اور جس ذلت کا سامنا کرنا پڑا تم اس سے اچھی طرح واقف ہو۔ اگر تم اس کی بیٹی کو کھلم کھلا ہمارے سامنے سے لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ اس وقت زینبؓ کو ہمارے ساتھ مکہ لے چلو اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر زینبؓ کو لے جانا۔''

مدینہ آمد: کنانہ نے یہ بات مان لی اس وقت حضرت زینبؓ کو مکہ واپس لے آئے اور چند دن کے بعد چپکے سے رات کے وقت حضرت زینبؓ کو ہمراہ لے کر بطن اور جج پہنچے حضرت زیدؓ کے سپرد کر کے واپس مکہ چلے گئے اور حضرت زیدؓ، حضرت زینبؓ کو لے کر مدینہ پہنچے۔

(زرقانی، ج3،ص223)

میاں بیوی کی محبت: حضرت ابوالعاصؓ کو حضرت زینبؓ سے بے حد محبت تھی۔ جب وہ مدینہ منورہ چلی گئیں تو بہت بے چین رہنے لگے۔ ایک دفعہ شام کی طرف سفر کررہے تھے پُردرد آواز میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ذکرت زینبؓ کما ورکت ارما
فقلت سُقیاً لشخص یسکن الزما
بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ
وکل لعلٍ یشنی مالذی علما

ترجمہ: جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینبؓ کو یاد کیا
اور کہا اللہ اس شخص کو آباد رکھے جو حرم میں مقیم ہے۔
امین کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے
اور خاوند اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ بخوبی جانتا ہے۔

تجارتی قافلہ کی روانگی: حضرت ابوالعاصؓ بہت شریف النفس اور دیانتدار تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے اور وہ نہایت دیانتداری سے ان کی حفاظت کرتے تھے۔ جب کوئی طلب کرتا مالکوں کو لوٹا دیتے۔ مکہ میں ان کی اس قدر ساکھ تھی کہ لوگ انہیں اپنا مال تجارت کے لئے دیتے تاکہ دوسرے ملکوں میں فروخت کریں۔ وہ بہت تجربہ کار تاجر تھے۔

4 ہجری میں ابوالعاصؓ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جارہے تھے آنحضرت ﷺ نے حضرت زیدؓ کو 170 سواروں کے ساتھ بھیجا مقام عیص پر مجاہدین نے چھاپہ مارا اور قافلہ کا تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔

حضرت ابوالعاصؓ بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور حضرت زینبؓ کی پناہ لی۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے سفارش کی کہ ابوالعاصؓ کو ان کا مال لوٹا دیا جائے۔ چونکہ انہوں نے مکہ میں حضرت زینبؓ کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ بھی ان کا بہت خیال کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا'' اگر تم ابوالعاصؓ کو مال واپس کردو گے تو میں بہت ممنوں ہوں گا۔''

قبول اسلام: صحابہؓ کو آپ ﷺ کی خوشنودی سے بڑھ کر کچھ بھی مطلوب نہ تھا۔ فوراً اُن کو سب مال واسباب لوٹا دیا گیا۔ ابوالعاصؓ سب مال ومتاع لے کر مکہ پہنچے اور لوگوں کو ان کی امانتیں واپس کیں۔ پھر اہل مکہ سے مخاطب ہوکر فرمایا'' اے اہل مکہ! میرے سپرد کسی کی کوئی امانت تو نہیں۔ سب نے یک زبان ہوکر کہا'' بالکل نہیں۔ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم ایک نیک اور باوفا شخص ہو۔''

حضرت ابوالعاصؓ نے کہا'' تو سن لو! میں مسلمان ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف ایک امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ کہو۔ یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ

تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ محرم 7ھ کا ہے (تذکار صحابیات)

☆ **نکاح کی تجدید:** چونکہ حضرت زینبؓ اور ابوالعاص میں شرک کی وجہ سے تفریق ہوگئی تھی اس لئے جب وہ مشرف بہ اسلام ہوئے کے بعد مدینہ آئے تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں پہلے حق مہر کے ساتھ ابوالعاصؓ کے گھر بھجوا دیا۔ (تذکار صحابیات)

اختلافِ روایت: ترمذی میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق کوئی نکاح جدید نہ ہوا۔ لیکن دوسری روایت میں نکاح کی تجدید کی صراحت موجود ہے حضرت ابن عباس کی روایت اگرچہ اسناد کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہے لیکن فقہا نے دوسری روایت پر عمل کیا اور ابن عباس کی روایت سے یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ مہر اور نکاح کی شرائط وغیرہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوئی تھی اس لئے ابن عباسؓ نے اسے نکاح اوّل سے تعبیر کیا۔ (سیر الصحابیات)

وفات: نکاح جدید کے بعد حضرت زینبؓ بہت کم عرصہ زندہ رہیں اور 8 ہجری میں خالق حقیقی سے جا ملیں اس کا سبب اسقاط حمل کی تکلیف تھی جو پہلی مرتبہ مکہ سے آتے ہوئے ذی طویٰ کے مقام پر ہوا تھا۔ (تذکار صحابیات)

غسل و جنازہ: حضرت ام ایمنؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا تمام طریقہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا تہبند بھی عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ کفن کے اندر پہنا دو۔

صحیح بخاری شریف میں مشہور صحابیہ ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ وہ بھی زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے غسل میں شریک تھیں۔ غسل کا طریقہ خود حضور ﷺ ارشاد فرماتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو۔ اس کے بعد کافور لگاؤ" ایک اور روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ام عطیہؓ سے فرمایا "اے ام عطیہؓ! میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا اور اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا۔ اور اسے خوشبوؤں سے معطر کرنا۔"

نمازِ جنازہ خود رسول ﷺ نے پڑھائی۔ اور حضرت ابوالعاصؓ نے قبر میں اتارا۔ ایک روایت میں حضور ﷺ بھی قبر میں اُترے اس وقت حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (طبقات، ج 8، ص 24)

نیز آپ ﷺ فرمارہے تھے "زینبؓ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔" (تذکار صحابیات)

اولاد: حضرت زینبؓ نے دو اولاد چھوڑی ایک صاحبزادی علیؓ اور ایک بیٹی امامہؓ۔ ایک عام روایت کے مطابق آپ ﷺ کے بیٹے علیؓ سن رشد کو پہنچے۔ فتح مکہ کے موقع پر علیؓ بن ابوالعاصؓ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ یرموک میں وفات پائی البتہ حضرت امامہؓ عرصہ تک زندہ رہیں۔

حضرت امامہؓ کی کفالت: حضرت زینبؓ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ابوالعاصؓ نے بھی وفات پائی۔ وفات سے پیشتر اپنی لڑکی امامہؓ کو حضرت زبیر بن عوام (اپنے ماموں زاد بھائی) کی سرپرستی میں دے دیا۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ ہی کی ایما پر حضرت امامہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے نکاح میں آئیں۔ (تذکار صحابیات)

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35180381

بچوں کا صفحہ

دانا خرگوش

حکایاتِ رومیؒ سے اقتباس

ایک جنگل میں ایک خونخوار شیر نے تمام صحرائی جانوروں کا ناک میں دم کر رکھا تھا ہر وقت ان کی گھات میں رہتا تھا اور کوئی دن نہ جاتا تھا جب وہ کسی نہ کسی جانور کو اپنا لقمہ نہ بنالے۔غرض کوئی جانور اس جنگل میں اپنی جان کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔آخر سب جانوروں نے مل کر ایک تجویز سوچی اور شیر کے پاس جا کر کہا کہ اے جنگل کے بادشاہ ہم روزانہ تیرے پیٹ بھر کھانے کے لئے راتب مقرر کر دیتے ہیں۔یہ مقررہ خوراک تجھے گھر بیٹھے بلاناغہ پہنچ جایا کرے گی۔ہماری صرف اتنی التجا ہے کہ تو ہمارا شکار نہ کیا کر۔تاکہ ہم جنگل میں بے کھٹکے گھوم پھر سکیں۔شیر نے پہلے تو ان کی پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔لیکن کافی بحث وتکرار کے بعد مان گیا۔

اس معاہدے کے قرار پا جانے کے بعد تمام جانور روزانہ ایک جگہ جمع ہوتے اور قرعہ ڈالتے جس کا نام قرعہ میں آجاتا وہ بلا حیل وحجت شیر کی خوراک بننے کے لئے روانہ ہو جاتا۔اسی طرح ہوتے ہوتے ایک دن قرعہ خرگوش پر جا پڑا۔اس نے پکار کر کہا کہ اے دوستو یہ جور وستم کب تک جاری رہے گا۔اس طرح ہماری قربانیوں کا سلسلہ کبھی ختم بھی ہوگا یا نہیں؟

دوسرے جانوروں نے خرگوش کے تیور دیکھے تو انہوں نے یک زبان ہو کر اس سے کہا کہ ہم نے اتنے دن تک اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔اب تو ہم کو رسوا نہ کر اور جلد شیر کے پاس جا۔ایسا نہ ہو کہ وہ ہم سے ناراض ہو جائے۔

خرگوش نے کہا کہ دوستو خدا نے شیر کے پنجہ ستم سے تم کو چھڑانے کے لئے مجھے ایک چال سمجھا دی ہے۔مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اس پر عمل کر سکوں۔

جانوروں نے اس سے پوچھا کہ ذرا ہم کو بھی بتاؤ کہ تم کو کونسی تجویز سوجھی ہے۔

خرگوش نے کہا کہ راز کا برسرِعام کھولنا دانائی سے بعید ہے۔کیا تم نے داناؤں کا قول نہیں سنا کہ بات ہونٹوں سے نکلی اور کوٹھوں پر چڑھی۔ذرا صبر سے کام لو اور دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔جانور اب خاموش ہو گئے اور دم بخود ہو کر انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں خرگوش کیا قدم اٹھاتا ہے۔

اب خرگوش کی سنئے۔وہ مزے سے اپنے گھر بیٹھا رہا۔جب شیر کو مقررہ وقت پر خوراک نہ پہنچی تو اس کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی۔بار بار زمین پر پنجے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ ہائے افسوس میں ان کمینوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا۔بھلا یہ رزیل اپنا عہد کیوں پورا کریں گے۔وہ اسی طرح غصہ میں دھاڑ رہا تھا کہ دور سے خرگوش کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔جب وہ قریب آیا تو شیر نے غرا کر کہا۔کیوں بے نابکار تو نے اتنی دیر کیوں لگائی!

خرگوش نے دست بستہ عرض کی کہ اے بادشاہ اگر تھوڑی دیر کے لئے جان کی امان پاؤں تو اپنے دیر سے آنے کی وجہ بیان کروں۔شیر نے کہا" بک تو کیا کہتا ہے؟"

خرگوش نے کہا میں تو صبح سویرے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلا تھا اور میرے ساتھ ایک اور خرگوش بھی حضور کے دستر خوان کی زینت بننے کے لئے روانہ ہوا تھا لیکن بد قسمتی سے راستے میں ایک اور شیر نے ہم کو روک لیا۔میں نے اس سے کہا کہ

ہم اپنے شہنشاہ کے غلام ہیں اور اسی کی درگاہ کے خادم ہیں۔ تو ہمارے راستے میں حائل نہ ہو۔ اس ظالم نے کہا کہ میں کسی شہنشاہ وغیرہ کو نہیں جانتا اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تم کو بھی اور تمہارے نام نہاد شہنشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے میرے ساتھی کو پکڑ لیا اور میں بصد مشکل جان بچا کر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ اے بادشاہ! میرا ساتھی جسامت میں مجھ سے تگنا تھا۔ اگر اس ظالم شیر کے یہی لچھن رہے تو حضور کے پاس بلاناغہ راتب پہنچنا ممکن نہ رہے گا۔

خرگوش کی باتیں سُن کر شیر کا خون کھول اٹھا اور اس نے بپھر کر کہا کہ چل تو سہی میں دیکھوں وہ موذی کہاں ہے میں اس کو ابھی مزہ چکھاتا ہوں۔ خرگوش بڑے حوصلے اور خود اعتمادی کے ساتھ شیر کے آگے آگے چل پڑا۔ یہاں تک کہ ایک شکستہ کنوئیں کے قریب ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ شیر نے للکار کر کہا کہ آگے بڑھ پیچھے قدم کیوں ہٹاتا ہے۔

خرگوش نے کانپتے ہوئے کہا کہ وہ شیر اسی کنوئیں میں رہتا ہے اور میرے ساتھی کو پکڑ کر اسی کنوئیں میں لے گیا ہے۔ اس کے خوف سے مجھ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ اگر حضور مجھے اپنی بغل میں اٹھا کر اس کنوئیں کے اندر جھانکیں تو میری باتوں کی تصدیق ہو جائے گی۔

شیر نے خرگوش کو بغل میں لے کر کنوئیں کے اندر جھانکا تو دیکھا کہ ایک اور شیر خرگوش کو بغل میں دبائے کھڑا ہے۔ قضا آتی ہے تو عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ شیر کو یہ نہ سوجھا کہ پانی میں یہ اس کا اپنا ہی عکس ہے۔ اس نے غصے میں بے تاب ہو کر خرگوش کو پرے پھینکا اور خود کنوئیں میں چھلانگ لگا دی۔ خرگوش نے جب دیکھا کہ ظالم کی جان نکل گئی ہے تو فرطِ مسرت سے قلابازیاں کھاتا ہوا جنگل کو بھاگا اور اپنی قوم کو اس ظالم کی ہلاکت کی خوشخبری سنائی۔ سب جانوروں نے خرگوش کو شاباش دی اور ایک عظیم جشن منعقد کر کے اس کا شکریہ ادا کیا۔ خرگوش نے کہا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بدولت ہوا ہے۔ اے دوستو! میری کیا بساط تھی کہ اس ظالم سے عہدہ برآ ہوتا۔ تعریف اور شکر کے لائق وہی ذاتِ پاک ہے جس نے مجھ کو عقل اور حوصلہ عطا کیا اور جس نے مجھ کو اس ظالم سے اپنی قوم کو نجات دلانے کی ترکیب سمجھائی۔ اے بھائیو! ہم نے ظاہری دشمن کو تو مار لیا لیکن اس سے بدتر دشمن ہمارے اندر چھپا بیٹھا ہے اور وہ ہے نفس امارہ۔ اس دشمن کو مارنا عقل وہوش کے بس کی بات نہیں ہے۔ بھلا نفسِ امارہ کا شیر عقل وہوش کے خرگوش سے کیا دبے گا۔ ظاہر کے شیر سے تو جنگ ختم ہو چکی ہے اب ہم کو باطن کے شیر سے نبرد آزما ہونے کی فکر کرنی چاہئے۔

شیر کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ صفوں کو توڑ ڈالے (درہم برہم کر دے) لیکن حقیقی شیر تو وہ ہے جو اپنے آپ کو توڑ ڈالے (فنا کر دے)۔

اشاعت کتب

قارئین کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ مندرجہ ذیل کتب کے نئے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جو دارالعرفان منارہ ضلع چکوال (اور) 17، اویسیہ سوسائٹی لاہور میں فروخت کیلئے دستیاب ہیں۔

(1) ارشاد السالکین۔اوّل (2) ارشاد السالکین۔دوم (11) درود وسلام
(3) نبی اکرم ﷺ اور ہم (4) پیشینگوئیاں۔شاہ نعمت اللہ ولی (9) لائحہ عمل
(5) شکست اعدائے حسین (6) نور وبشر کی حقیقت (7) روح کی حقیقت
(8) انسانیت کی منزل معرفت الٰہی (10) معرفت الٰہی اور تاریخ سلسلہ عالیہ
(12) اصلاح قلب اور ضرورت شیخ (13) راہی کرب وبلا (20) کنوزِ دل
(14) طبیب دل تلاش کرو (23) نقوش۔اوّل (15) فقہ اور ہماری زندگی
(16) لطائف اور تزکیہ نفس (17) فیملی ڈاکٹر (18) تصوف کیا ہے؟
(19) بیعت کیا ہے؟ (21) ہشت روزہ کورس (22) سہ ہفتہ کورس
اکرم التفاسیر: پارہ 1، پارہ 4۔ پارہ 10، پارہ 11

شعبہ نشر واشاعت: ادارہ نقشبندیہ اویسیہ
دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

مساعیِ جمیلہ

دارالعرفان منارہ مسجد کی توسیع

اَلحمدُللهِ رَبِّ العالمین o وَصَلٰوۃُ وَالسَّلامُ علٰی حبیبہٖ مُحمّدٍ و آلِہٖ وَ اصحابہٖ اجمعین o

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَ لَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ (التوبہ:18)

ترجمہ: یقیناً اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا اسی کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نماز کی پابندی کی اور زکوۃ دیتا رہا اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا سو امید ہے کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں ہوں گے۔

اللہ پاک کا احسان ہے کہ حضرت شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مظلہ العالی کی سرپرستی اور رہنمائی میں سلسلہ عالیہ، سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ مخلوقِ خدا میں فیوضات و برکات محمدؐ رسول اللہ تقسیم کر رہا ہے۔ مرکز دارالعرفان کی بنیاد قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے 31 جولائی 1978 (۲۵ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ) کو رکھی اور تب احباب کے ساتھ فرمائی گئی گفتگو میں حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے مستقبل کے حالات پر گفتگو فرماتے ہوئے ایک یہ پیش گوئی بھی فرمائی کہ یہ مرکز تائید حضرت امام مہدی سے ہوتا ہوا تائید عیسیٰ علیہ السلام تک دینِ اسلام کی خدمت میں محرک رہے گا (انشاءاللہ)۔ خیر والقرون سے فی زمانہ تک صوفیاء کی جماعت کا تصور بھی محال ہے۔ تاریخ اسلام میں بہت ہی بلند پایہ صوفیاء ملتے ہیں مگر ان ہستیوں سے مستفیض ہونے والے گنتی کے لوگ ہی تاریخ کے اوراق تک پہنچے جماعتی طور پر سالکین کی تربیت پر بھی کہا جاسکتا ہے "ایں خیال است و محال است" آج کے ان پُر فتن حالات اور دربارِ رسالتؐ سے پندرہ صدیاں کی دوری پر اللہ رب العزت نے تمام امت پر احسان فرمایا کہ مشائخ سلسلہ عالیہ کے ذریعے کیفیاتِ محمد رسول اللہ ﷺ باہم فراوانی سے ہر خاص و عام طالب تک پہنچانے کا سبب فرما دیا۔ صوفیاء کی تربیت کے لیے حضرت قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے "دارالعرفان" کے پرکیف نام سے یہاں منارہ میں بنیاد رکھی۔ جب مرکزی دارالعرفان کی بنیاد رکھی گئی تو احباب کی تعداد اور مستقبل قریب کی ضروریات کو مدِ نظر رکھا گیا۔ مگر اب مرکز کی توسیع ناگزیر ہوگئی تو حضرت شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مظلہٗ العالی نے مزید توسیع کا حکم فرمایا جس کی بنیاد حضرت شیخ المکرّم نے اپنے دستِ مبارک سے 25 مئی 2012 (۳ رجب ۱۴۳۳ھ) کو رکھی۔

1970ء سے 1980ء تک سلسلہ عالیہ کے اجتماعات منارہ سکول میں منعقد ہوئے جس کی وجہ سے منارہ کو سلسلہ عالیہ کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی۔ سلسلہ عالیہ کے مشائخ کی اجازت سے 1978 کے سالانہ اجتماع کے بعد حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے منارہ کو مستقل مرکز مقرر فرمایا تھا۔ اسی سال حضرت جیؒ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اجتماعات کے انعقاد کے لیے منارہ سکول کی بجائے ایک وسیع مسجد اور رہائشی کمروں پر مشتمل ایک مستقل مرکز تعمیر کیا جائے جس کا نام دارالعرفان ہو۔ تب حضرت شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مظلہٗ العالی نے اپنے شیخ المکرّم کے حکم کی تعمیلِ ارشاد میں نوری پیڑہ میں، مین خوشاب روڈ پر اپنی 17 کنال اراضی پیش کی اور آج پھر اس مسجد کے

اضافی پراجیکٹ کے لیے حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے مزید اراضی مسجد کے لیے وقف کی جس کی مالیت تقریباً 20 لاکھ ہے اور اس کام کو فوری شروع کرنے کے لیے 10 لاکھ روپے نقد عنایت فرمائے۔

ماضی میں جھانکیں تو وہ واقعات بھی ساتھیوں کو یاد ہیں جب 1978 کے سالانہ اجتماع میں، تعمیراتی منصوبہ بندی کرتے ہوئے، اس مسجد کے قبلہ کا تعین میجر احمد خان اور انکے معاونین نے ستاروں کی مدد سے کیا۔ ان کی کاروائی کو ایک بزرگ ساتھی قاضی جیؒ نے اپنے معمولات کے دوران قرآن پڑھتے ہوئے جب قبلہ پر غور کیا تو اچانک پریشانی کے عالم میں اٹھ کر فرمایا:۔

"سنگیو ! رات جو تم نے قبلہ کا تعین کیا ہے وہ ٹھیک نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس مرکز نے قیامت تک چلنا ہے، اپنا قبلہ درست کرلو۔"

جب حضرت جیؒ دارالعرفان کی مجوزہ جگہ پر تشریف لائے تو قاضی جیؒ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت جیؒ نے ان سے فرمایا:۔

قاضی جی خیال کریں، محراب کا رخ کس طرف ہے؟

قاضی جیؒ نے عرض کیا" حضرت! حطیم پر"

حضرت جیؒ نے فرمایا:" کیا حطیم بیت اللہ کا حصہ نہیں"

قاضی جیؒ نے اعتراف کیا،" جی غلطی لگی"

اس طرح سمتِ قبلہ کی توثیق حضرت جیؒ نے بھی فرمائی اور اس کے بعد حضرت جیؒ کی اقتداء میں دارالعرفان میں پہلی نماز عصر ادا کی گئی۔

تاریخ گواہ ہے کہ 1980 کے سالانہ اجتماع میں شرکت کرنے والے احباب نے ابتدائی دارالعرفان کی تعمیر میں شمولیت کی سعادت حاصل کی جس میں چھوٹے بڑے، افسر ماتحت، خاص وعام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب اس کی توسیع میں حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی رہنمائی میں ناظم اعلیٰ اور ان کے ماتحت سٹاف کی دن رات کی محنت شامل ہے۔ اس کی تعمیر میں جہاں سلسلہ کے ساتھیوں نے دل کھول کر مالی معاونت کی وہاں سلسلہ عالیہ سے منسلک ماہر تعمیرات وڈیزائنر حضرات اور کئی سلسلہ احباب نے تعمیراتی کاموں میں براہ راست اور بالواسطہ حصہ لیا، اللہ تعالیٰ سب کی کاوشوں کو قبول فرمائے (آمین)۔

دارالعرفان مسجد کے سابقہ ہال کا سائز (96ftX35ft) ہے جس کے ساتھ برآمدہ (109ftX17ft) کا اور مزید احباب کی صحن میں گنجائش موجود ہے جس کا سائز (81.6ftX87ft) ہے اور یہی سائز دوسری منزل کے ہیں۔ اب توسیع کے وقت سابقہ مسجد کے ہال کے مغرب رخ ملحق اضافی تعمیر مسجد طے پائی جس کے ایک ہال کا سائز (85.6ftX97.9ft) اور خواتین کے لیے شمال کی طرف ملحقہ ہال کا سائز (23X20ft&65X60ft) ہے۔ اسی سائز میں دوسری منزل بھی تیاری کے مراحل میں ہے۔ چونکہ سابقہ مسجد اور موجودہ اضافہ تین عمارات پر مشتمل ہے، اس لیے تینوں حصوں کے جنوبی حصہ جو کہ مین اینٹرنس / داخلہ کی طرف ہے ایک برآمدہ زیرِ تعمیر ہے، جس سے وضو کی پٹی (جگہ) پر چھت بھی مقصود ہے اور تینوں حصوں کا ایک فرنٹ بھی زیرِ تعمیر ہے۔ اب تعمیراتی اضافہ کل کورڈ ایریا 30,000 Sqr/ft ہے۔ دارالعرفان مسجد ہال میں جہاں پہلے مسجد کے اندر 3200 احباب اور 150 خواتین کے باجماعت نماز پڑھنے کی جگہ تھی اور اضافی خواتین وحضرات برآمدے میں نماز پڑھتے تھے۔ اب مین ہال میں مزید 2400 احباب اور 1100 خواتین باجماعت نماز پڑھ سکیں گے اور اس کے علاوہ باہر کے برآمدوں میں اور مسجد کی دوسری منزل / چھت پر بھی نمازیوں کے لیے باجماعت نماز پڑھنے کی گنجائش ہوگی۔ مسجد کی تعمیر کے لیے تعمیراتی سامان کا ملک کے طول وعرض سے قیمتیں اچھی طرح چیک کر کے انتخاب کیا گیا۔ مسجد کی بنیادیں اور کالم انتہائی مضبوط RCC کنکریٹ کے بنائے گئے ہیں جو کہ جدید فنِ تعمیر کے مطابق ہیں۔ نئے وسیع ہال میں کم سے کم کالم (موٹائی 2X2 فٹ) اور ان کے آپس کا فاصلہ 32 فٹ ہے اور اس سٹرکچر کو بنانے میں خصوصی طاقت (60 گریڈ) کا سریا منگوا کر استعمال کیا گیا۔ ان کالموں کی بنیادیں گہری اور ہر کالم کی بنیاد 8x8 فٹ سے 18x18 فٹ تک چوڑی کنکریٹ کی ہے۔ مسجد کے نئے ہال میں ہوا کے گزر اور روشنی کے لیے خصوصی خیال رکھا گیا ہے جو کہ بڑی کھڑکیوں، عمارت کے درمیان کے جوڑوں اور گنبد میں بھی بڑے روشن دان رکھے گئے ہیں۔ سیڑھیوں کی ساخت ایسی رکھی گئی

ہے کہ گنبد واضح نظر آئے۔ مسجد کی پرانی اور نئی عمارت کے سامنے کا فرنٹ اکٹھا ایک طرح کا خصوصی طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے جو کہ لاہور کی کمپنی Blue Bricks (Pvt) Ltd. نے ڈیزائن کیا ہے، اس کے علاوہ مسجد کی نئی عمارت میں مندرجہ ذیل سہولیات کا خاص طور پر انتظام کیا جا رہا ہے:۔

☆ہنگامی اخراج کے راستے

☆وسیع داخلی دروازے اور کھلا محراب

☆مین داخلی دروازوں کے دونوں اطراف میں وضو کرنے کی اضافی جگہ

☆UPS اور جنریٹر سے منسلک اضافی بجلی کے متبادل ذرائع

☆پرانی اور نئی مسجد کے لیے نیا بہتر ساؤنڈ سسٹم

☆سپلٹ AC کے لگانے کی گنجائش

☆خواتین و حضرات کے لیے ہر ہال/منزل پر ویڈیو سکرین لگائی جائے گی جس سے حضرت جی مدظلہ العالی کا بیان ہمہ وقت ہر جگہ سنا جا سکے گا۔

☆مسجد کے ساتھ اضافی رہائشی کمروں کی فراہمی، جس کے لیے کالج ہاسٹل کے طلباء کے رہائشی کمروں کو کالج میں شفٹ کیا جائے گا۔

☆سکیورٹی کیمروں سے تمام جگہوں کی ہر وقت نگرانی

مسجد کا مین سٹرکچر مکمل کرنے کے بعد مسجد کے اندر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ مسجد کے بقایا جاری کاموں میں شامل فرشوں کا ماربل، دروازے / کھڑکیاں رنگ و روغن، محراب، صفوں، ساؤنڈ سسٹم، وضو خانے اور باہر Exterior/Front کا کام شامل ہے جس کی تکمیل 2014ء اجتماع تک مکمل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے (انشاءاللہ)۔

الحمدللہ، مسجد کا کام تسلسل سے جاری ہے، شروع سے اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسجد کے تمام اخراجات احسن طریقہ سے پورے ہو رہے ہیں مسجد کے لیے فی مصلیٰ -/Rs=15000 مختص کیے گئے ہیں جو کہ مرکز دارالعرفان یا آن لائن بنک MCB منارہ اکاؤنٹ نمبر 1507-1000454 میں بھجوائے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب سلسلہ اور معاونین کی اس نیک کاوش کو قبول فرمائے اور اسے نجات آخرت کا ذریعہ بنائے۔

☆☆☆

خون کی نالیوں کی موٹائی کے علاوہ وہ حالات جب کسی وجہ سے شریانوں یا وریدوں کے اندر خون جم جائے انجیر عجیب فوائد کی حامل ہے۔ نبی ﷺ نے اس کیفیت میں جب یہ دل میں ہو تو کھجور کے عنوان میں موجود ہے۔ لیکن ایسے مریض کو کچھ مدت کھجور دینے کے بعد وقفہ دیا گیا ہے۔ اس وقفہ میں انجیر دی گئی۔ نتیجہ بہت بہتر رہا۔ خیال یہ تھا کہ ایک ہی وقت میں کھجور کو جمع کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اس راہنمائی کی وجہ سے دونوں یکجا تو نہ کئے جا سکے۔ البتہ نہار منہ کھجور کی گٹھلیاں دینے کے بعد عصر کے وقت بعض مریضوں کو انجیریں کو توے پر جلا کر دانتوں پر اس راکھ کا منجن کیا جائے تو دانتوں سے رنگ اور میل کے داغ اتر جاتے ہیں۔ مسوڑھوں کی سوزش کے لئے جتنے بھی منجن بنائے جاتے ہیں اگر ان میں انجیر کی راکھ شامل کر لی جائے تو فائدہ زیادہ اچھا ہوتا ہے۔

انجیر کے تازہ پھل سے نچوڑ کر دودھ نکال کر گرامسوں WARTZ پر لگایا جائے تو وہ گر جاتے ہیں۔ اس کے پتے کو کوٹ کر پھوڑوں کو پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اُن کے جواب شمار فروری 2014ء میں غلطی سے درج ذیل لائن رہ گئی تھی جس کے لئے ادارہ المرشد معذرت خواہ ہے۔

"برزخ میں جس جنت سے قبر کا رابطہ جاتا ہے یہ برزخ کی جنت ہے۔"

and thuat reform themselves. Thus people will spend their lives in righteousness, justice and tolerance.

The world of disbelief is also using its strength to subdue this nation as well as to eliminate Islam. On one hand it is staging the drama of terrorism, on the other it is covertly distorting Deen, encouraging the politicians for corruption and all other such efforts. However, one cannot complain to the opponent for their tactics; rather, complaint must be against our own people who are ignorant to the dangers. Those who are entrusted with the duty of defence should be alert to protect the nation. The biggest problem is that people complain about others but do nothing themselves. A better approach is to give up complaining about others and start acting; it will also stimulate others to commit to this noble cause.

Allah-swt has been very kind to us,by giving us the strength to remember Him-swt. These are the building blocks of a revolution which is underway. Recently some journalists were asking me that Al-Ikhwan is not appearing anywhere in the current political scene of the country to which I replied that 'it is your own misunderstanding. In fact, Al-Ikhwan has expanded its mission from regional to a global revolution and we are working day and night for it. However, it is a separate issue whether it is covered by the media or not.' It is a fact that not everything is true which is presented by the media. Reality of something might be different, which might be presented very differently and compounding on that, interpreted entirely in a different fashion. The truth is, we don't need that kind of popularity; our work is recorded in the court of Allah-swt and He-swt gives favourable results upon it, which is our achievement. One day, in-sha-Allah, people will see that our hard work wil bear fruit.

In summary, zikr is vital for the reformation of one's character, for seeking the pleasure and nearness of Allah-swt, for building one's eternal life , but it is also a fact that zikr is the basis for the promotion,protection and strengthening of Deen. Therefore, never give up zikr, work hard on it, gain these barakat, and try to take the honour of distributing this wealth. This is a solemn fact that such people will become the source of an Islamic revolution. Islamic revolution could only be brought at the hands of those who have implemented it on themselves first.

May Allah-swt bless all of us with the strength and steadfastness! May Allah-swt accept everyone's hard work! May Allah-swt elevate everyone in their level of spiritual attainments! May Allah-swt make these institutions flourish and multiply these gatherings! May Allah-swt shower with unlimited grace our friends who were our partners in this noble cause but remain no more in this world! May Allah-swt accept their hard work and enlist them in the soldiers of Ghazwa tul Hind! May Allah-swt grant success to all those who are still our companions! May Allah-swt bless them with steadfastness in faith, honour and in this noble work!

such a situation it can only issue orders or keep hearing cases, without any practical results. Those who have plundered the wealth of the nation are in reality partners of those who are presently in the government, because the whole political elite are like a clan and they obviously support and protect each other. What kind of freedom is this?

However, despite all this, we have an obligation of protecting this country and the interests of this nation because it is entrusted to us by Allah-swt. A time will come in-sha-Allah that times will change, this cruel system will end, the shackles of slavery will break and truly freedom will come. Our country will flourish and prosper to such an extent that it will make the entire subcontinent a free Pakistan, in-sha-Allah. This could only be attained by our actions and not merely words and slogans. This country will remain sovereign forever and until the end of times, in-sha-Allah.

It is interesting to see that the people who were raised from the depths of obscurity to the heights of popularity are saying that not only this country but the entire Muslim Ummah is going to be shipwrecked. They are ignorant about the fact that if Muslim Ummah is eliminated, the whole universe will be eliminated. When there comes a time that Islam ends, it will mark the end of the universe.

So there is no weight in comments of those people. These are the people who were once players for others and later when Allah-swt gave them a position where they enjoyed popularity among people, they started uttering such sentences about Islam and Muslim Ummah. If this Ummah and this country were not present, who would have taken you to the heights of popularity? However, we must not take these comments very lightly either. The fact is that people who make such comments could possibly be involved in planning against the entire Muslim Ummah, and its elimination. People who don't think about the destruction and elimination of Muslims could not make such comments.

However, these remarks should not disappoint anybody, and by the Will of Allah-swt, these people will be harshly disappointed. Deen will surely prosper, liberate this country and there will be the rule of Deen upon this country, in-sha-Allah, and this country will become the source of the renaissance for Muslim Ummah and Islam will spread across the world from this place. The glad tidings of Ghazwa tul Hind by the Holy Prophet SAWS points in the same direction. Anyhow, we have to improve our own character by learning the Deen, and then we have to live by it. Deen has to be lived upon; it is not merely for accepting and believing. We have to implement it upon our own selves initially, because if a single person implements Deen upon himself, it means that it has been implemented upon the two hundred millionth part of this population.

Allah-swt will help us in-sha-Allah. Solution of the problem lies in spreading this blessing to others as well. The more it spreads, the more people will repent upon their misdeeds

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munarah

FromPreviousMonth

A greatest blessing of Allah-swt was the creation of Pakistan in the subcontinent. Our self-proclaimed intellectuals and even our ruling elite have made us believe that we are a free nation after gaining independence in 1947. What is the definition of a free nation? Free nations are those who spend their lives according to their own ideology,free will,wishes and aspirations without any influence from others.

Let's analyse our so called Freedom. The Indian subcontinent was ruled by Muslim rulers according to the principles of Islam for centuries. All the systems,such as judiciary, executive, social were based on Islamic principles whereby the rights of everyone were safeguarded. When the British occupied this land, they wrapped up the prevalent system and introduced their self-designed governmental, educational and justice system, they established a system of slavery,Colonial system. The system was designed to control the lives, the activities, the wealth and the thoughts of the masses and to use them in serving British interests. The potential of the people was controlled in such a manner whereby they could not progress beyond a certain point.

Although six and a half decades have passed since independence,still it is the same British system that is prevalent. Strangely enough nobody has ever bothered to reform the judicial system, the education system, the political system, which is extremely strange. Can we still claim to be independant or liberated? However one thing has certainly changed, it is our masters, though we are in the same prison. The British rulers were replaced by the ruling elite from this country,rest everything is the same. Has anybody ever asked the masses before increasing the prices of fuel or electricity? Loans of billions of rupees are standing against people,who were never consulted before borrowing. Projects worth of billions of rupees were being approved from the government and the money was tunnelled to personal accounts, could somebody recover that amount from the culprits? Although the Supreme Court repeatedly asks the government to recover the money from the corrupt but it is working alone without the support of the other institution. Thus in

presence at the Chakrala Ijtema' loaded with many objections and queries within him like: there is a lot of talk about Kashf among these people; they talk about making a Spiritual Pledge on the Holy hand of the Holy Prophet saws, that too, in this day and age; what is the warrant behind doing Zikr by breathing fast and rocking the body in the process.

The first query that Qari Sahib had was about Kashf which was answered even before he could formulate it to Hazrat Ji rua, who during their conversation read a Persian couplet which meant:

Sometimes we are at very High Stations and,

Sometimes we cannot even perceive the top of our feet.

The objection was thus explained, that over here, Kashf is accorded a secondary importance. Sometimes it is there, sometimes it isn't. This depends solely on the Grant of Allah swt.

Talking about Roohani Bai'at, Hazrat Ji rua said, "What would a small child understand what 'Nikah' means. Similarly what can you explain to a person who is born blind as he has no 'competence' to understand? I tell him to stay with me for 40 days, make the effort that I do, eat the Halal food that I offer and after 40 days if any of his questions remains unanswered, then he wins and I lose." After this Hazrat Ji rua provided literary proofs in support of Roohani Bai'at, but Qari Sahib was no longer in need of these proofs. He had amply understood the point about 'competence' without which he had no right to object. If this point is understood, persons ignorant of Tasawwuf would not consider objections on this topic an item of childish frolic.

When the conversation turned towards the method of Zikr, Hazrat Ji-rua said, "When do I say you must do Zikr in this way. I only say do Zikr. It would become a Bidah if I say Zikr should only be done in this way, otherwise it would not be Zikr. In doing Zikr in this way the breath and body movement work in tandem (assist each other) and is a natural action just like the body movement while kneading flour. Hazrat Ji rua discussed this topic at length and when the topic was changed, the condition of Qari Sahib's heart had also changed.

During their conversation Hazrat Ji rua mentioned a vision of Qazi Ji rua, in which he saw a pious man dressed in green petitioning in the presence of the Holy Prophet saws to be given permission to leave. Hazrat Ji rua said he then asked Qazi Ji rua what was his opinion about that person. Qazi Ji rua replied that it was Islam who was asking for permission to leave Arabia. Hazrat Ji rua replied, "No Qazi Ji, it is not like that, Islam has left Arabia since a long time, now it is asking for permission to leave Pakistan." Then Hazrat Ji rua continued, "Whenever I lift my eyes I find the whole world empty, the only light I see is from the direction of Kabul."

(To be Continued)

welcome. For an hour or two there would be a sitting in his company, during which Baba Noor Muhammad would serve tea to the Ahbab. Made with a certain proportion of Gur (molasses) and sugar, the tea would have its own special, exquisite taste. The Gur for the tea was brought from the Frontier province and it was Hazrat Ji rua's instruction to make tea with it before buying, to see that the milk does not curdle. The Gur of Mardan was particularly liked by Hazrat Ji rua and for many years the responsibility of its purchase rested with the author. However, Hazrat Ji rua always paid for it.

In these Ijtema' when Ulama were present, Hazrat Ji rua would devote a considerable time for literary religious discussion, and elucidate the points they raised. Here, without giving dates, we mention three such Ijtema', which were attended by the Ulama, who at the end of the Ijtema', returned with the blessing of Bai'at with him.

Qari Sayyed Ibrahim Shah was a pious God-fearing Alim. He once gave up calling himself a 'Sayyed' as he wasn't sure of the lineage. In a dream, he was given assurance from his 'Maternal Grandfather', the Holy Prophet saws, and he started using the title again. When Shah Sahib came before Hazrat Ji rua at the Chakrala Ijtema', they started discussing the Religious Tenets or the Articles of Faith. While conversing, Shah Sahib was struck by the thought that Hazrat Ji rua was such a great Alim, he could have served the Religion in a much more fruitful manner, rather than wasting his abilities on Tasawwuf.

At that very moment Hazrat Ji-rua said, "I partook in numerous Manazaray, in many contests, preached sermons, but people did not attain rectitude and piety with such speed, that they attained by doing the Zikr of Allah swt."

Hearing this answer he was immediately satisfied and made his Bai'at with Hazrat Ji rua before taking leave. Nearly twenty years after this event, the author in researching for his Biography of Hazrat Ji rua, inquired of Shah Sahib, "Shah Sahib you always possessed a critical nature, what was it that impressed you so much that in the first meeting you made Bai'at with Hazrat Ji rua?'

He replied, 'I had received the Latifah Qalb from Hazrat Badshah Gul rua (Akorah Khattak) but could go no further before he died. I tried in many other places but I could not find any guidance, but when I appeared before Hazrat Ji rua, just being in his presence lit up all my Lata'if. Whichever Latifah I focused on, I found it doing Zikr Allah. I received all seven Lata'if which are still lit. Zikr is now like food to me.'

When asked if he had considered getting further lessons in Tasawwuf, he replied, 'I got these Lata'if from Hazrat Ji rua and I am contented with them, I do not seek any further lessons.'

In the same way, Dars-e Nizami Qualified, Qari Muhammad Tayyib who was connected to the religious branch of the army, arrived in Hazrat Ji rua's

Hayat-e-Javidan Chapter 20

A Life Eternal (Translation)

CONGREGATIONS

From Previous Month

The Cloaked One

Initially, at the Chakrala conventions, it was Hazrat Ji rua's fervent wish, despite his ill health, to do the Tahajjad Zikr with Ahbab. Just a little after the construction of the large room, in one of the Chakrala Ijtema', the author woke up for Tahajjad and noticed someone wrapped up in a blanket sitting in meditation in the right corner of the room. The other Ahbab were still asleep. The author wondered who it could be who had woken up so early and was now in deep meditation. One by one the rest of the Sathis got up, did their Wuzu and after saying their Tahajjad prayers sat in files waiting for Hazrat Ji rua to come and commence the Zikr. Suddenly, Hazrat Ji rua's voice echoed through the room:

"Subhan Allah! Subhan Allah-e wal Hamd-o Lillah-e, wa La Ilaha Ill-Allah-o, wa-Allah-o Akbar wa La Haula wa La Quwata Illa Billah-il Aliyyil Azeem ...." That 'cloaked one' was Hazrat Ji rua who had been in meditation much before the rest of the Ahbab had woken up. What are we and what is our Zikr and meditation in comparison! It was Hazrat Ji rua's tears, his late night crying, his effort that became the means for ameliorating our next lives!

After an extended Zikr session, the Fajr Salah would be led by Hazrat Ji rua in a manner that his voice would break in sobs, sometimes he would repeat an Ayat (verse) again and again, and at times a word would be repeated again and again. Sometimes his words were drowned by his sobs. He would try to suppress his crying and breast would be rent with hiccups. By offering their Salah with Hazrat Ji rua, the Ahbab also partook of these feelings, and those Salah became the most valuable possessions of their lives. Due to Hazrat Ji rua's continuously deteriorating health, the Tahajjad Zikr and the pleasure of these Fajr Salah at the monthly Chakrala conventions became mostly memories in the last years of his life. Although the Tahajjad Zikr took place without Hazrat Ji rua, his Tawajjuh was constantly on the Ahbab. After the Ahbab had offered the Nawafil of Ishraq, Hazrat Ji rua would appear from the door of his home, leaning on his walking stick and also supported by a Sathi. The seated Sathis would carve out a way for him but no one was allowed to stand up in his

ماہنامہ المرشد

اللہ رسول محمد

اَلشَّیْطٰنُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ (بخاری)

That the Satan keeping his eyes on human qalb, waits for an opportune moment to attack. When a person engages in Zikr Allah, he goes away, and a person is heedless the Satan comes forward and whispers unto the qalb.

Since the annunciation of His(SAWS) Prophethood till theday of Judgment, the gateway to Allah(SWT)'s nearness is none other then the doorstep of Muhammad -ur-Rasool-u-llah (SAWS)

Al-Sheikh Mualana
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255